189

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،22۔جنوری2010

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات (محکمہ خدمات وانتظام عمومی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون ملتان یونیورسٹی برائے خواتین مصدرہ2010(مسودہ قانون نمبر4بابت 2010)

ایک وزیر مسودہ قانون ملتان یونیورسٹی برائے خواتین مصدرہ2010ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ امن وامان پر عام بحث

191

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرہویں اسمبلی کا سولہواں اجلاس

جمعۃ المبارک،22۔جنوری 2010

(یوم الجمع،6۔صفر المظفر 1431ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 7 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱرۡكَعُواْ وَٱسۡجُدُواْ وَٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمۡ وَٱفۡعَلُواْ
ٱلۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ o وَجَٰهِدُواْ فِي ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦۚ هُوَ
ٱجۡتَبَىٰكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي ٱلدِّينِ مِنۡ حَرَجٖۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمۡ
إِبۡرَٰهِيمَۚ هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلۡمُسۡلِمِينَ مِن قَبۡلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ
شَهِيدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِۚ فَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ
ٱلزَّكَوٰةَ وَٱعۡتَصِمُواْ بِٱللَّهِ هُوَ مَوۡلَىٰكُمۡۖ فَنِعۡمَ ٱلۡمَوۡلَىٰ وَنِعۡمَ ٱلنَّصِيرُ o

سُوۡرَةُ الحَجّ آیات 77 تا 78

مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤo اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی کسی بات میں تنگی نہیں کی۔ اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیم کا دین پسند کیا۔ اسی نے پہلے یعنی پہلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔ اور اس کتاب میں بھی تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے بارے میں شاہد ہوں اور نماز پڑھو اور زکواۃ دو اور اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو۔ وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار o

وماعلینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت الحاج اختر حسین قریشی نے حاصل کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ منگتا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کفِ پا تیرا
دستگیری میری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ ہے کرم
مجھ کو جھکنے ہی نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
ایک بار اور ابھی بطحیٰ سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

سوالات (محکمہ خدمات وانتظام عمومی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ سوال کا نمبر پکاریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! براہ مہربانی کچھ خیال کریں۔ آپ کے اور دوسرے ساتھیوں کے سوالات ہیں۔ یہ اتنا بڑا ایجنڈا ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ پوائنٹ آف آرڈر سے گریز کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں وقت کی کمی کی وجہ سے یہ پہلا سوال رہنے دیتا ہوں دوسرا کر لوں گا۔

جناب سپیکر: جی، دوسرے سوال کا نمبر بولیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جب وہ سوال آئے گا تو اس کا نمبر بولیں گے۔

جناب سپیکر: اس سوال پر آپ کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

سید حسن مرتضیٰ: جی، نہیں۔

جناب سپیکر: یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کا ہے۔ جی، نمبر بولیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! سوال نمبر 240 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور میں گریڈ 17 تا 20 کے سرکاری ملازمین کو رہائش گاہیں فراہم کرنے کا مطالبہ

*240 ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حکومت لاہور میں سکیل 20، 19، 18، 17 کے ملازمین کو سرکاری رہائش کس کس جگہ فراہم کرتی ہے، ان کالونیوں کے نام اور ان میں گھروں یا فلیٹ کی تفصیل بتائیں؟

(ب) یہ گھر/فلیٹ جن ملازمین کو الاٹ ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، محکمہ اور تاریخ الاٹمنٹ کی تفصیل بتائیں نیز کتنے گھر کس کس جگہ اور کس کالونی میں خالی ہیں، ان کے نمبر بتائیں؟

(ج) ایسے کتنے سرکاری ملازم لاہور میں تعینات نہ ہیں اور گزشتہ ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ سرکاری رہائش گاہوں پر قابض ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تاریخ الاٹمنٹ اور وہ کب سے ان رہائش گاہوں میں غیر قانونی طور پر رہائش پذیر ہیں اور ان سے کرایہ کس شرح سے وصول کیا جارہا ہے؟

(د) حکومت ان ناجائز رہائش پذیر افراد سے سرکاری رہائش گاہیں خالی کروانے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) مطلوبہ فہرست تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ صرف سکیل 17 کے لئے کوئی خاص رہائش گاہیں مختص نہیں ہیں کیونکہ کیٹیگری 4-3 رومز سکیل 14 تا 17 کے ملازمین کے لئے مختص ہے۔

(ب) مطلوبہ تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ صرف جی او آر۔iv میں خوشنما فلیٹ 19، 20، 29 اور غزالی 12 خالی ہیں۔

(ج) وفاقی حکومت کے ملازمین لاہور سے ٹرانسفر ہونے پر سرکاری رہائش اس وقت تک رکھ سکتے ہیں جب تک انہیں ان کی تعیناتی کی جگہ پر ان کی حیثیت کے مطابق سرکاری رہائش الاٹ نہیں ہو جاتی تاہم دیگر ملازمین لاہور سے ٹرانسفر ہونے پر مجاز اتھارٹی کی اجازت سے آٹھ ماہ تک سرکاری رہائش گاہ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں جو سرکاری ملازم مذکورہ مدت ختم ہونے کے بعد سرکاری رہائش گاہیں رکھے ہوئے

ہیں انہیں قانون کے مطابق نوٹس جاری ہو چکے ہیں اور انہوں نے عدالتوں سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کر رکھے ہیں۔ان کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) سرکاری گھر خالی کروانے کے لئے عدالتوں میں مقدمات کی تندہی سے پیروی کی جاتی ہے اور عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں غیر قانونی قابضین سے بذریعہ سپیشل مجسٹریٹ سرکاری گھر خالی کروالئے جاتے ہیں اور ان سے غیر قانونی دورانیہ کا کرایہ تنخواہ کا 60 فیصد بطور جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ جز (ج) کے بارے میں سوال یہ تھا کہ ایک سال یا اس سے زائد عرصہ سے سرکاری رہائش گاہوں پر جو لوگ قابض ہیں ان کے نام، عہدے، گریڈ، تاریخ الاٹمنٹ اور کب سے وہ ان رہائش گاہوں میں غیر قانونی طور پر رہائش پذیر ہیں، ان کا کرایہ کس حساب سے وصول ہو رہا ہے؟ انہوں نے جو جواب دیا ہے اس میں وفاقی حکومت کے ملازمین وغیرہ جو لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ جو سرکاری ملازم مذکورہ مدت ختم ہونے کے بعد سرکاری رہائش گاہوں میں رہائش رکھے ہوئے ہیں انہیں قانون کے مطابق نوٹس جاری ہو چکا ہے اور انہوں نے عدالتوں سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کر رکھے ہیں۔ان کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میری زبان، میرے الفاظ، میری تحریر، میری تقریر وہ لفظ بول سکتی ہے یا نہیں کہ جس سے یہ تمام سسٹم رو دے۔ وہ کیسا دکھ ہے کہ جو اس میں لکھا ہے اور مجھ میں جرأت نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کے نام لکھ دوں یا پڑھ دوں جو تتمہ (ج) میں یہاں پر دیئے گئے ہیں۔ میں اگر ان کے سنہ پڑھوں تو 1966 سے ایک الاٹی بیٹھا ہے۔ اس کے stay کی اور نہ ہی کسی جرمانہ کی تفصیل ہے۔ 1988 میں ہے، 1985 میں ہے۔ میں ان لوگوں کے نام اس لئے نہیں لوں گی کہ وہ یہاں کی بیوروکریسی کے بہت بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ میں نے کسی کا نام نہیں لینا، کسی کو penalize نہیں کرنا، میں اصول کی بات کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کس قسم کا اصول ہے کہ 1966 سے لے کر اب تک ان لوگوں کو پوچھا گیا اور نہ ہی ان سے مکان واپس لیا گیا۔ اس پر آپ

رولنگ دیں کہ میں کیا کروں۔ میں کس طرح اس جواب کو پڑھوں جو یہاں پر تتمہ دیا گیا ہے اور مجھے آپ سے اس بات کی بھی رولنگ چاہئے کہ جب یہ سوال آپ circulate کر دیتے ہیں، کل 12 بجے ہمیں آج کے سوالات کا ایجنڈا ملا۔ اس کے ساتھ جو متعلقہ ممبر ہے اس کو وہ تتمہ بھی دینا چاہئے اس لئے کہ اس تتمہ کی جتنی تفصیلات اور جتنے نام ہیں ان کو میں 10 منٹ میں پڑھ کر اسی میں سے سوالات نکالنے کے بالکل قابل نہیں ہوں۔ یہ ایک حربہ تو ہو سکتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی rule نہیں ہے۔ مجھے آپ کی رولنگ درکار ہے کہ یہ تتمے جو ہیں تو ان پر میں بیٹھ کر کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ مجھے یہ لاء منسٹر صاحب یا جو بھی متعلقہ انچارج کیونکہ اب تو یہی سمجھ نہیں آتا کہ کون انچارج ہے؟ مجھے صرف اس جز (ج) کے سوال کا جواب چاہئے کیونکہ اس تتمہ لسٹ کے مطابق لوگ 1966 سے بیٹھے ہیں تو کیا وہ stay order ہمیشہ کے لئے ہے اور اس کی requirement کیا ہے؟ اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہوا۔ یہ غلط جواب دیا گیا ہے اور یہ غلط commitment ڈر کے مارے دی گئی ہے اور میں بھی ڈر کے مارے نہیں پوچھ رہی۔ آج اس ایوان میں کھڑے ہو کر میں بھی ڈر کے مارے نہیں پوچھ سکتی۔ یہ کیسا ڈر ہے اور یہ کیسا سسٹم ہے اور یہ کیسی پالیسی ہے؟ یہ کب ٹھیک ہو گی اور اس کو آپ نے revise کیا ہے تو اس کے مطابق جز (الف) کے جواب میں کہا ہے کہ 14 سے 17 گریڈ تک کے ملازمین کے لئے ¾ کے کمرے مختص ہیں۔ میرے پاس وزیراعلیٰ کے ڈائریکٹو اور ہائی کورٹ کے order پر گریڈ 9 کے ملازم کو ¾ rooms دیئے گئے ہیں جبکہ اس پالیسی میں 14 سے 17 گریڈ تک لکھا ہے۔ ایک order اور بھی میرے پاس موجود ہے جو میں آپ کو submit کرنا چاہتی ہوں کہ گریڈ 13 by order of Chief Minister ¾ room الاٹ ہوا ہے۔ ایک اور گریڈ 14 کا ہے جو parents concession scheme کے under allot کیا گیا ہے۔ یہ بھی میں آپ کے پاس بغیر نام لئے آج یہ ثبوت دینا چاہتی ہوں کیونکہ میں کسی کو penalize نہیں کرنا چاہتی بلکہ میں صرف rules کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ parent concession scheme میں صرف اور صرف Junior room 2 یا senior house دیا جا سکتا ہے۔ یہ ہائیکورٹ اور وزیراعلیٰ کا quoted آپ کو بھجوا رہی ہوں۔

اس کے بعد میرے دو سوال ہیں کہ کیا یہ حکومت اتنی طاقتور ہے کہ 1966 سے بیٹھے ان لوگوں کو submission ہی دے دیں کہ انہوں نے کس کو پوچھا ہے اور کس کو نہیں اور انہیں کیا جرمانے ہوئے ہیں اور اگر 60 فیصد ان کی تنخواہ کے جرمانے کا انہوں نے claim کیا ہے تو وہ پیسے کہاں

ہیں اور کس مقصد کے لئے استعمال ہو رہے ہیں؟ مجھے اس سوال کا جواب چاہئے۔ دوسرے نمبر پر وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو پر یہ لاقانونیت یا یہ چار صفحے کیا ہیں اور یہ قانون اگر وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو پر اور ہائی کورٹ کے ڈائریکٹو پر ہوئے ہیں تو کیا یہ اسمبلی اتنی جرات رکھتی ہے کہ وہ کھڑی ہو اور اس بات کا جواب لے، اس بات کو پوچھے ہینڈز اپ؟ میں تو بہت کمزور شخص ہوں مجھے صرف اور صرف ان لوگوں کی نمائندگی کرنی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ایسا نہ کہیں کیونکہ اللہ کے فضل سے آپ کمزور نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں نے صرف ان لوگوں کی بات کرنی ہے اور اصول کی بات کرنی ہے کہ آخر ان قابضین کو کب اور کون پوچھے گا؟ میرے سوال کا جواب لے دیں جس سے بھی لے کر دینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جن جذبات کا اظہار محترمہ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ نے کیا ہے وہ just جذبات ہی ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی سوال تو کیا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ 1966 سے لوگ بیٹھے ہیں، میں کس سے پوچھوں، کس سے میں حساب لوں تو میری ان سے گزارش یہ ہے کہ آج شام کو پہلے پچھلے پانچ سال کا حساب چودھری پرویز الٰہی سے لے لیں اور کل آ کر ڈیڑھ سال کا حساب مجھ سے لے لیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! انہیں اتنے جذبات میں آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں ان کی جذباتی تقریر کے جواب میں یہ عرض کر رہا ہوں۔ باقی اب اس سوال کے جواب کی طرف آ جائیں۔ پہلے پالیسی میں باقاعدہ یہ regarding allotment of houses 33 rules تھا کہ جب کوئی آفیسر یہاں پنجاب سے تبدیل ہو کر مرکز یا اور کسی جگہ پر تعینات ہو تو اسے unlimited time تک گھر رکھنے کا اختیار تھا اور ساتھ صرف یہ بات درج تھی کہ جب تک وہ یہاں سے ٹرانسفر ہو کر جائیں یعنی اگر وہ وفاقی حکومت میں ٹرانسفر ہو کر جاتے ہیں تو انہیں ان کی entitlement کے مطابق رہائش نہ ملنے تک وہ یہ گھر رکھ سکتے ہیں۔ اب وہاں پر کون پتا کرے کہ انہیں ان کی entitlement کے مطابق رہائش ملی ہے یا نہیں اور اگر رہائش مل گئی ہے تو وہ ان کی entitlement کے مطابق ہے یا نہیں ہے؟ یعنی یہ ایک ایسا فقرہ اور rule تھا جس کے مطابق لوگ واقعی 1966 اور 1980 سے یہاں پر بیٹھے تھے اور اوپر جہاں پر وہ گئے تھے کہ ہمیں یہاں پر گھر نہیں ملا اس لئے ہماری entitlement ہے اور ہم اس

گھر کو retain کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کو پوچھا جائے کہ آپ کو وہاں پر فلاں گھر تو ملا ہوا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں وہ میری entitlement کا نہیں ہے تو یہ ایک lacuna تھا۔ پہلی مرتبہ ڈاکٹر صاحبہ اس بات کو appreciate کریں گی اور ان حکمرانوں کے اوپر اپنے جذبات کا اظہار کریں گی بلکہ جس طرح سے انہوں نے جذباتی کیفیت کا اظہار کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان حکمرانوں کی لعن طعن بھی کریں کہ انہیں یہ توفیق کیوں نہیں ہوئی؟ پہلی مرتبہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی ہدایت پر 2009-1-19 کو ہم یہ ترمیم لائے ہیں جس کے تحت پہلے لا محدود عرصے کو ہم نے پانچ سال تک محدود کر دیا ہے اور اب جو لوگ اس سے hit ہوں گے ان سے مکان خالی کروائیں گے اور اس سال تقریباً 16 کے قریب گھر خالی کروائے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب کے ہاتھ بندھے ہیں اور صرف زبان بولتی ہے جوان کا allow office کرتا ہے تو میں صرف لعن طعن کے لفظ پر object کرتی ہوں کیونکہ میں نے کبھی کسی کو لعنت دی ہے اور نا طعنہ دیا ہے اور نہ ہی لعن طعن کرنے کا میرا کوئی مقصد ہے۔ پرویز الٰہی حکومت کا حساب آج شام کو کیا کریں گے۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پرویز الٰہی حکومت میں جو کچھ ہوا تو شام کو کیا میں تو ابھی بیٹھ کر اسی تتمے میں سے دکھا دیتی ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف خادم اعلیٰ بہت قابل احترام ہمارے وزیر اعلیٰ ہیں، ان کی سابق اور موجودہ حکومت میں بھی اس لسٹ میں اس کا جواب ہے۔ آج موقع بھی ہے اور دستور بھی ہے تو کر لیں یہ حساب اور میں یہاں پر پورا دن اس سوال پر۔۔۔

جناب سپیکر: دونوں صاحبان ٹی وی چینلز پر جائیں اور House کے وقت کا خیال کریں۔ آپ کے پاس بے شمار چینلز ہیں اس لئے وہاں پر چلے جائیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد:: جناب سپیکر! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بات کو اس طرح مت ختم کریں۔ یہ کوئی چھلانگ نہیں لگی کہ پانچ سال کے لئے محدود ہوا ہے۔ ماشاء اللہ، اللہ کرے یہ اس میں اور بھی تبدیلیاں لا سکیں۔ بات یہ ہے کہ جو تین کاغذات میں نے آپ کو دیئے ہیں وہ بھی انہی کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف کے ہاتھ سے دیئے گئے آرڈر اور ہائی کورٹ کے دیئے گئے آرڈر ہیں تو اس طرح حساب کتاب مت کریں اور نام مت لیں بلکہ پالیسی کی بات کریں۔ اگر انہیں سوال سمجھ نہیں آیا تو میرا

سوال (الف) جز پر یہ تھا کہ کتنے لوگوں سے انہوں نے گھر خالی کروانے کے لئے کہا ہے اور اگر 60 فیصد کے حساب سے جرمانہ کیا ہے تو وہ پیسا کہاں ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے ایک بات کا جواب تو دے دیا ہے کہ ہم نے اتنے خالی کروائے ہیں۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ 16 کے قریب تو وہ گھر ہیں جس پیرائے میں یہ بات ہو رہی تھی جو بڑے گھر ہیں یعنی جہاں گریڈ 20,21,22 کے لوگ رہائش پذیر تھے لیکن ٹوٹل ہم نے 175 گھر خالی کروائے ہیں جس کی پچھلے سالوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جو تین case میں نے اب آپ کی عدالت میں بطور superior judge of Punjab آپ کو پیش کئے ہیں۔ آپ مجھے انصاف دیں اور میں آپ سے انصاف مانگتی ہوں۔ ساری باتوں کو چھوڑ دیں اور میں نے وہ تتمہ ڈر کے مارے پہلے ہی نیچے رکھ دیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ مجھ سے کس انداز میں انصاف مانگ رہے ہیں کیونکہ حساب میں نے نہیں بلکہ انہوں نے دینا ہوتا ہے۔ راناصاحب ان کو پڑھ لیں اور اس کا جواب بھی انہیں دے دیں۔ اگر ممکن ہو تو آج دے دیں یا پھر کوئی ٹائم دے دیں۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب اگر اس سے متعلقہ ہے تو پھر یہ ضمنی سوال فرمالیں۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ادھر سے سوال آپ کے پاس آئے اور آپ اس کو میرے پاس جواب کے لئے بھیج دیں۔ طریق کار یہ ہے کہ rules کے مطابق یہ سیکرٹریٹ میں جمع کروائیں اور rules کے مطابق محکمہ اس کا جواب دے گا۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے، میں آپ دونوں کو بلاؤں گا۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): پھر یہ میرے چیمبر میں مجھ سے مل لیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں، آپ کو میرے چیمبر میں آنا پڑے گا۔ یہ آپ کے چیمبر میں نہیں جائیں گی، آپ میرے چیمبر میں آئیں گے۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): چلیں، ٹھیک ہے۔ آپ چیمبر میں discuss کر لیں۔ اگر کوئی specific matter ہے تو میں اس کو resolve کروانے کے لئے تیار ہوں لیکن یہ سوال کا حصہ نہیں بن سکتا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں انتہائی حیران ہوں کہ یہ مجھے کہہ رہے ہیں، ایک ایم پی اے کو کہہ رہے ہیں کہ میں سیکرٹریٹ میں جاؤں اور درخواست کروں۔ میں تو آپ سے درخواست کر رہی ہوں، میرا کام آپ سے بات کرنا ہے۔ ہر روز یہاں یہی بات کی جاتی ہے کہ سپیکر کی وساطت سے بات کرو، یہ قانون توڑنے والا لاء منسٹر جو بیریئر توڑ کر موٹروے پر چڑھ گیا یہ کیا کرے گا؟---

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! انہوں نے اس سیکرٹریٹ کی بات نہیں کی، انہوں نے میرے سیکرٹریٹ کی بات کی ہے، میرا اور آپ کا سیکرٹریٹ ایک ہی ہے۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا بات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جتنے بھی سوالات ہوتے ہیں معزز ممبران اسمبلی سیکرٹریٹ میں ہی جمع کرواتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی جی، درست ہے۔ اگلا سوال ملک محمد جاوید اقبال اعوان کا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں ان کے behalf پر ہوں۔

جناب سپیکر: سوال نمبر پکاریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! سوال نمبر 897 ہے۔ (معزز رکن نے ملک محمد جاوید اعوان کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 897 دریافت کیا)

جناب سپیکر: کیا سوال پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

محترمہ آمنہ الفت: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

ضلع سرگودھا میں ہائی کورٹ بنچ بنانے کا مسئلہ

***897: ملک محمد جاوید اقبال اعوان:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع سرگودھا، میانوالی، بھکر، خوشاب وغیرہ کے لوگوں کو مقدمات کے سلسلے میں دور دراز سے سفر کر کے لاہور آنا پڑتا ہے جس سے انہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(ب) کیا حکومت ضلع سرگودھا میں ملتان اور راولپنڈی کی طرح لاہور ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان):

جناب ڈپٹی رجسٹرار لاہور ہائی کورٹ لاہور نے عزت مآب چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ لاہور کی منظوری سے بذریعہ چٹھی 13939 مورخہ 7۔نومبر 2009 (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) مطلع فرمایا ہے کہ:

(الف) لاہور ہائی کورٹ لاہور کی پرنسپل سیٹ کا دائرہ کار مندرجہ بالا چار اضلاع تک ہے جن کا حوالہ سوال نمبر (الف) دیا گیا ہے۔ جہاں تک اس رائے کا تعلق ہے کہ عوام کو لاہور ہائی کورٹ کی پرنسپل سیٹ تک پہنچنے کے لئے انتہائی مصائب سے گزر کر آنا پڑتا ہے۔ اس بناء پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ علاقوں کے عوام سفر کی جدید سہولتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔

(ب) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (4)198 آرٹیکل کے مطابق کسی بنچ کی تشکیل، ماسوائے ان اضلاع / علاقوں میں جہاں ہائی کورٹ کے بنچ پہلے سے موجود ہوں، کابینہ اور لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی مشاورت سے گورنر کسی بھی جگہ ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا تعین کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس سے ایک مرتبہ پھر یہ کہنا پڑھ رہا ہے کہ یہاں پر لسٹ میں سوالات تو درج ہیں لیکن نیچے لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ جب جواب ہی موصول نہیں ہوا تو پھر اس کو فہرست کا حصہ ہی کیوں بنایا ہوا ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے آگے بھی کچھ لکھا ہوا ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ لکھا ہے کہ اس کا جواب صفحہ نمبر 27 پر ملاحظہ فرمائیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! کیا اس صفحے پر گنجائش نہیں تھی؟

جناب سپیکر: آپ اس صفحے پر پڑھ کر ضمنی سوال کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری فوری طور پر نظر جو اس جواب پر پڑی ہے تو اس میں درج کیا گیا ہے کہ حکومت پنجاب نے تا حال 31 ٹاسک فوسز بنائی ہیں جبکہ کل ہی وزیر قانون صاحب نے کہا ہے

کہ 27 ٹاسک فورس ہیں۔ وزیر قانون یہ فرمادیں کہ وزیر اعلیٰ کی جو 72 ٹاسک فورس تھیں وہ 27 میں convert ہو گئیں اور بقول اس پیپر کے اب یہ 31 ہو گئی ہیں، یہ بتایا جائے کہ یہ ہیں کتنی؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ کون سا سوال take up ہو رہا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ سوال نمبر 897 ہے اور یہ 27 نمبر صفحے پر ہے۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): اس کا جواب 27 نمبر صفحے پر ہے آپ اس کو پڑھ لیں اور اگر کہیں confusion ہو رہی ہے تو مجھے کہیں میں پڑھ دیتا ہوں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہاں لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا اور اس کو 27 نمبر صفحے پر لے گئے ہیں۔ 27 نمبر صفحے پر وہ کہاں ہے، اس کو کیسے ڈھونڈا جائے؟ آپ اس چیز کو بھی نوٹ کیجئے۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ فرمائیں تو میں اس کو پڑھ دیتا ہوں اور اس کا جواب صفحہ نمبر 27 پر موجود ہے۔ یہ جواب late موصول ہوا اس لئے اس کو صفحہ نمبر 27 پر print کیا گیا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! چلیں ٹھیک ہے، ایک غلطی سے ایک غلطی اور point out ہو گئی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر سامیہ نے بتایا کہ تتمے بھی at the eleventh hour ملتے ہیں اسی طرح سوالوں کے جواب بھی محکمے جس انداز سے غلط طریقے سے دیتے ہیں اور اس کو فہرستوں میں آگے پیچھے کر دیا جاتا ہے۔ یہ سوالوں کے جواب روزنامہ "اخبار" کی طرح ہیں جس میں لکھا جاتا ہے کہ جواب فلاں کالم پر فلاں نمبر صفحے پر ہے۔ براہ مہربانی! لسٹوں کو ٹھیک کروائیں اتنا ٹائم کسی ممبر کے پاس نہیں ہوتا۔ ہمیں صبح ایجنڈا ملتا ہے، تتمے at the eleventh hour ملتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ ہم اس پر تیاری کر سکیں، اسے بغور دیکھ سکیں اور اس کے جوابات لمبے تتموں کی تفصیلوں سے نکال سکیں۔ یہ صرف ایوان کا وقت ضائع کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے اس لئے براہ مہربانی! اس طرف توجہ کی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری ہاؤس کے معزز اراکین بھائی اور بہنوں سے گزارش ہے کہ یہ ایک routine ہے اور اسی طرح سے ہوتا ہے۔ میں نے بھی یہ answer sheet اور اس کا اضافی مواد کل اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد لیا اور خود کو اس کے لئے prepare کیا ہے۔ Every thing was available یعنی اسمبلی سیکرٹریٹ کے پاس یہ answer sheet اور ہر چیز available تھی میں نے بھی اسی سے تیاری کی ہے۔ اگر کوئی معزز ممبر ایک دن پہلے answer sheet اور اس سے متعلقہ معاملات سیکرٹریٹ سے معلوم کرے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز available نہیں ہوتی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ صبح 9 بجے اجلاس کا ٹائم ہے اور صبح ساڑھے نو بجے آکر ہر چیز معلوم کر لیں تو ایسا ممکن نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اگر انہوں نے تیاری کر رکھی ہے تو کل یہ کہہ رہے تھے کہ 27 ٹاسک فورس ہیں اور اس میں درج ہے کہ 31 ہیں۔ اگر یہ بھی انہی سے تیاری کرتے ہیں تو ان کا جواب یہاں پر غلط کیوں لکھا ہوا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معاملہ کسی rule اور طریق کار کے مطابق ہونا چاہئے۔ انہوں نے سوال 897 take up کیا ہے اور وہ ضلع سرگودھا میں ہائی کورٹ کے بنچ کے متعلق ہے۔ اگر یہ اپنے سوال کے جواب سے مطمئن ہیں تو پھر ٹاسک فورسز والے سوال پر آجائیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اگلا سوال ڈاکٹر سامیہ امجد کا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1017 ہے۔

جناب سپیکر: کیا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

18۔فروری سے 30۔جون 2008 تک سرکاری رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی صورتحال

*1017: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 18۔فروری 2008 سے 30۔جون 2008 تک لاہور میں کتنے سرکاری ملازمین کو سرکاری رہائش گاہیں الاٹ کی گئیں؟

(ب) ان سرکاری ملازمین نے الاٹمنٹ کے لئے درخواست کس تاریخ کو دی تھی اور ان کا ترجیحی نمبر کیا تھا؟

(ج) ان سرکاری ملازمین کے نام، گریڈ، محکمہ اور جو رہائش گاہ الاٹ کی گئی اس کے نمبر کی تفصیل کیا ہے؟

(د) کن سرکاری ملازمین کو ان کے گریڈ سے اوپر اور کن کو ان کے گریڈ سے نیچے الاٹمنٹ کی گئی ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) ان میں سے کن ملازمین کو آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹ کی گئی ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) 18۔فروری 2008 سے 30۔جون 2008 تک جو سرکاری رہائش گاہیں الاٹ ہوئی ہیں ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سرکاری رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں کوئی ترجیحی نمبر نہ ہے۔ یہ الاٹمنٹ "پہلے آئیے پہلے پائیے" کے اصول کے تحت الاٹ کی جاتی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) اس دوران کوئی above or below الاٹمنٹس نہیں ہوئیں۔

(ہ) اس کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ الاٹمنٹس مجاز اتھارٹی نے ملازمین کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے صوابدیدی اختیار کے تحت کی ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اپوزیشن کی جانب سے جو بار بار protest launch کیا جا رہا ہے اس میں یہ عرض ہے کہ جواب کے جز (ب) میں لکھا ہے کہ سرکاری رہائش گاہوں کی allotment کے

سلسلہ میں کوئی ترجیحی نمبر نہ ہے۔ یہ الاٹمنٹ "پہلے آیئے پہلے پایئے" کے اصول کے تحت کی جاتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ "پہلے آیئے پہلے پایئے" تو کہاں آنا ہے؟ وہ مجاز اتھارٹی کون ہے جو اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت دیتی ہے جیسا کہ جز(ہ) میں لکھا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جز(د) میں غلط بیانی کی گئی ہے سوال یہ تھا کہ کن سرکاری ملازمین کو ان کے گریڈ سے اوپر اور کن کو ان کے گریڈ سے نیچے allotment کی گئی ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟ محکمے نے جواب دیا ہے کہ اس دوران کوئی above or below allotments نہیں ہوئیں۔ محکمے نے اسی سوال کا جواب صفحہ نمبر 24 سوال نمبر 3938 کے جز(د) میں یہ دیا ہے کہ مذکورہ مدت میں آٹھ allotments below entitlement اور تین above entitlement کی گئیں۔ یہ دو سوال ہیں اور یہ ایک ہی پلندا ہے جو ایک ہی تاریخ کو دیا گیا ہے۔ اس سوال میں کہہ رہے ہیں کہ کسی کو نہیں دیا گیا اور آگے لکھ رہے ہیں کہ آٹھ below اور تین above الاٹمنٹس کی گئیں۔ اس کے علاوہ ایک سوچھ الاٹمنٹس out of turn/hardship basis پر ہیں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ یہ جو پالیسی ہے کیا یہ صرف اور صرف bureaucracy کے لئے بنی ہے، ساری hardship bureaucracy کے لئے ہے، سارے گھر صرف وفاقی retired and non retired افسروں کے لئے ہیں؟ ہم جیسے ڈاکٹروں، ٹیچروں اور پنجاب کے دوسرے محکموں کے لئے کچھ نہیں ہے؟ آپ ان کی پالیسی دیکھیں کہ وفاقی محکموں کے ملازمین کو تو یہاں پر کوٹھیاں اور گھر دیئے جاتے ہیں اور پھر ان سے خالی کبھی نہیں کرائے جاتے لیکن یہاں رہنے، بسنے والے پنجاب کے لوگوں کے لئے کوئی اصول موجود نہ ہیں۔ پھر غلط بیانی کی گئی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ اس سوال کو pending کریں اور ان کو کہیں کہ اس کا دوبارہ جواب دیں۔ ایک ہی سوال کے دو جواب کیسے ہو سکتے ہیں؟ صفحہ نمبر 3 سے 24 تک کے سفر میں یہ allotments آگے پیچھے کیسے ہو گئیں؟ commitment کیا ہے، یہ جواب ٹھیک ہے یا وہ جواب ٹھیک ہے؟ میں یہ جواب مسترد کرتی ہوں، یہ کاغذ واپس لیجئے اور یہ کاغذ میں آپ کی اعلیٰ عدالت میں پیش کرتی ہوں آپ اس پر ذاتی طور پر ایکشن لیں کہ آخر یہ بے ضابطگیاں کب تک چلتی رہیں گی؟ میرے پاس ان کا proof ہے اور اسے آپ proof کے طور پر رکھیں۔

جناب سپیکر: آپ کوئی particular case پوچھیں، کوئی particular بات پوچھیں اس طرح تو مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ question pending کر دیں۔

جناب سپیکر: اگر جواب نہیں آئے گا تو سوال pending کیا جا سکتا ہے otherwise نہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اگر غلط جواب دیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وہ آپ کو بتا رہے ہیں اور آپ ان کی بات سنیں۔ جی، رانا صاحب!

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں ڈاکٹر صاحبہ کو یہ عرض کروں گا کہ اس میں دراصل جو تھوڑا سا فرق ہے وہ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ محکمہ جب rules کے مطابق جواب دیتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ rules کے مطابق محکمہ نے جو اپنا اختیار استعمال کیا۔ انہوں نے کسی کو بھی below or above entitlement allotment نہیں کی، rules کے مطابق وہ کر بھی نہیں سکتا، ایسا ہوا بھی نہیں اور اس کا جواب یہی بنتا ہے۔ اب اس سے آگے انہوں نے یہ بات کی ہے کہ فلاں جگہ پر یا فلاں لوگوں کو below or above entitlement allotment ہوئی ہیں تو اس کا جواب اس طرح سے ہے کہ یہ الاٹمنٹس مجاز اتھارٹی نے ملازمین کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے صوابدیدی اختیار کے تحت کی ہیں۔

جناب سپیکر! اب جو مجاز اتھارٹی ہے اور جس کی discretion ہے وہ کسی کو above یا below کر دے وہ محکمہ کے ان rules کے مطابق جو پالیسی ہے اس میں ان کا شمار نہیں ہوتا اور اس کا شمار علیحدہ ہوتا ہے جیسے پچھلے پانچ سالوں میں جو اس وقت مجاز اتھارٹی تھی اور Chief Executive of the Province تھا اس نے یہ اپنا صوابدیدی اختیار دو سو ستر مرتبہ استعمال کیا اور لوگوں کو ان کے right سے below or above یا out of turn allotments کیں۔ اب ان پونے دو سالوں میں جو اس وقت کی مجاز اتھارٹی ہے اس نے 77 کیسز میں اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ لاء منسٹر صاحب کا updated تیسرا جواب آ گیا ہے۔ ایک صفحہ نمبر 3 پر اور ایک صفحہ نمبر 24 پر ان کا بیان ہے۔ 77 مرتبہ ادھر تو انہوں کہا 8 یا 3 جو کہ گیارہ بنتے ہیں اور گیارہ انہوں نے صفحہ نمبر 24 پر commit کئے ہیں اور صفحہ نمبر 3 پر صفر commit کئے ہیں۔ مجھے

چیف منسٹر صاحب کی اتھارٹی پر کوئی اعتراض نہیں ہے respect I یہ ان کا اختیار ہے، ان کی یہ فراست ہے اور یہ ان کی صوابدید ہے. I agree to it اس میں میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ انہوں نے جواب تو اپنی طرف سے بالکل ٹھیک دیا ہے کہ ان کی صوابدید ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں، ٹھیک ہے اور سلام کرتے ہیں کہ وہ پلازوں کے سر پھوڑیں یا جو کچھ مرضی کریں یہ ان کی سمجھ ہے I don't question. میرا سوال صرف اتنا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ جب ایک document پنجاب اسمبلی کو دیتا ہے تو وہ کیا پنجاب اسمبلی کو اس طرح جواب دیتا ہے کہ لاء منسٹر صاحب 77 مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ below and above ہوا ہے، صفحہ نمبر 24 کہہ رہا ہے کہ 11 مرتبہ ہوا ہے اور صفحہ نمبر 3 کہہ رہا ہے کبھی بھی نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! میں آپ سے یہی درخواست کر رہی ہوں کہ اس سوال پر کیا ضمنی سوال ہوں اور کیا جواب ہوں اور میں اس جواب کو رد کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس سوال کو history میں turning point بنائیں۔ یہ جو لکھتے ہیں غلط لکھتے ہیں، یہ اسمبلی کو کچھ نہیں سمجھتے، ان بیوروکریٹس نے ہمیں بے وقوف بنایا ہوا ہے۔ ہر سوال اور ہر جواب میں یہی کچھ ہوتا ہے، ان کو روکیں، انہوں نے take over کر لیا ہے کہاں گیا شہباز شریف جو کہتا تھا کہ میں بیوروکریٹس سے نہیں ڈرتا۔۔۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں، Try to listen دیکھیں!۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! خدا کے لئے اور آپ کو اللہ کا واسطہ ہے کہ ان بیوروکریٹس کو روکیں، یہ اسمبلی کچھ نہیں رہنی۔۔۔

جناب سپیکر: دیکھیں! یہ آپ کی اسمبلی کا حصہ ہیں جو آپ کو جواب دے رہے ہیں ایسی بات کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں۔

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں کہ ڈاکٹر صاحبہ جس طرح سے بات کر رہی ہیں کہ بیوروکریٹس نے ہائی جیک کر لیا ہے، بیوروکریٹس نے یہ کر لیا ہے اور وہ کر لیا ہے۔ دیکھیں! ایک بات تو یہ ہے کہ بیوروکریٹس کے پاس جو بھی power ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات کاٹتے ہوئے ایک بات کرتا ہوں، دیکھیں، جہاں تک بیوروکریٹس کی بات ہے، بیوروکریٹس ان کو نہ کہا جائے، بیوروکریٹس کا مطلب شاہی ہے اور اب شاہی کی بات نہیں ہے، اب شاہ کا یہاں راج نہیں ہے افسر شاہی نہیں ہے، افسر شاہی کا مطلب ہے کہ شاہ کے افسر، اب

یہاں پر اللہ کے فضل سے جمہوری حکومت ہے اور یہ پاکستان کے خادم ہیں۔ ایسی باتیں ہمیں یہاں نہیں کرنی چاہئیں اور بیوروکریسی کا لفظ آئندہ سے یہاں پر استعمال نہ کیا جائے۔ جی، راناصاحب!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! پھر انہیں کیا کہا جائے۔۔۔؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ۔۔۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: Order please, بات سنیں، یہ آپ کے خادم ہیں اور یہ پاکستانی قوم کے خادم ہیں۔۔۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ مہربانی فرمائیں اور میں بات کرنا چاہتا ہوں اور میری طرف متوجہ رہیں تو مجھے بات کرنے میں آسانی ہو گی۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جب سوال کا جواب غلط دیا جاتا ہے تو ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ ان کی بات سنتے ہیں۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: Order please, order. آپ تشریف رکھیں، وہ بات کر رہے ہیں اور آپ کے سوال کا جواب دے رہے ہیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ہر سوال کا جواب غلط آتا ہے اور آپ کبھی ruling نہیں دیتے۔ ہمارا یہاں کیا status ہے؟۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کو بات کرنے دیں۔ آپ cross talk کر رہی ہیں اور آپ کس بات پر بول رہی ہیں اور آپ کو کس نے بولنے کی اجازت دی ہے؟ میری بہن مہربانی کر کے آپ بیٹھ جائیں۔ جی، راناصاحب! جواب دیں۔

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنے والا تھا کہ جن خیالات کا اظہار ڈاکٹر صاحبہ اور اپوزیشن کے دیگر معزز ممبران نے کیا ہے۔ دیکھیں، اس میں یہ بات ہے کہ جو گھروں کی الاٹمنٹ کا معاملہ ہے اس میں اگر ایک بیوروکریٹ نہیں رہے گا تو دوسرا بیوروکریٹ یا افسر رہے گا اور دوسرا نہیں رہے گا تو تیسرا رہے گا لیکن یہ جو تمام قوانین ہیں اسی ہاؤس نے بنائے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اپوزیشن اس بارے میں working کرے اور ان rules and laws میں اگر تبدیلی لے کر آئیں جس کی بنیاد پر اس ہاؤس کا اختیار ہے یا جیسا کہ

انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا ان پر کیا اختیار ہے تو جو اس ہاؤس کا اختیار ہے وہ established ہو۔ میں یہ بات on the record یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پہلی مرتبہ کسی سوال کے غلط جواب پر تین Privilege Motions اگر accept ہوئی ہیں تو یہ ہم نے کروائی ہیں اور وہ اس وقت بھی استحقاق کمیٹی کے پاس pending پڑی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ بات out of questions ہے کہ اگر یہاں پر کوئی سوال نامکمل ہو یا اس کا جواب غلط ہو تو میں اس کو یہاں پر defend کروں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا جو انہوں بات کی ہے میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ competent authority کو یہ باقاعدہ اختیار ہے، یہ اختیار اس اسمبلی کا دیا ہوا ہے اور اس اسمبلی کا پاس کیا ہوا قانون ہے اگر آپ اس میں amendment لانا چاہتے ہیں تو آپ لے آئیں۔

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں بڑی شکر گزار ہوں کہ رانا صاحب کو آنے اور جانے کا فلسفہ معلوم ہے، لاء منسٹر اب بھی ہے، اگلا بھی آئے گا، پچھلا بھی چلا گیا اور یہ بھی چلا جائے گا۔ اسی طرح بیوروکریسی بھی آئے، جائے گی۔ یہ لاء منسٹر شپ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے، بات یہ ہے کہ آپ نے کس قاعدہ اور قرینے سے اپنی اس ذمہ داری کو نبھایا، آپ تحریک استحقاق کی بات کرتے ہیں اور آج یہ بھی بات کریں کہ جو تین تحاریک استحقاق Privilege Committee میں گئی ہیں ان کا time barred کریں کہ ان کا رزلٹ کب آئے گا اور میں بھی انشاء اللہ آج شام تک Privilege Motion یہی داخل کروں گی کہ اس سوال کا جواب غلط ہے اور گزشتہ دو سال سے جو سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب بھاگ کر اس بیوروکریسی کو بچانے کے لئے آگے آجاتے ہیں اور یہ لاء منسٹر صاحب بھاگ کر ہمارے ممبرز کے استحقاق کو کب represent کرنا شروع کریں گے اور یہ بھی time barred بتا دیں کہ میں صبح سے ان کی side نہیں بلکہ آپ لوگوں کی side لوں گا اور آپ لوگوں کی باتیں اور آپ لوگوں کا رونا جو لوگوں کی باتیں ہیں کہ وہ لوگوں کے representatives ہیں۔ میں نے اس لئے اپنے اس پورے procedure میں کسی بھی شخص کے خلاف کوئی بھی بات نہیں کی۔ میں rules کی بات کرتی ہوں کہ Privilege Motions لائے ہیں، تو اس کے متعلق time barred کریں کہ ہاں پندرہ دنوں کے اندر وہ تینوں تحاریک استحقاق نمٹا دی جائیں گی اور یہ غلط جواب آنا بند ہوں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!آپ نے کہا ہے کہ یہاں کوئی تقریر نہیں ہو گی، ضمنی سوال ہوں گے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ question hour ہے یہ پوائنٹ آف آرڈر کیسے لے سکتے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر !میں نے آپ سے پوائنٹ آف آرڈر مانگا ہے مجھے کسی سے rules سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ نے مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر ٹائم دیا ہے تو میں بات کر رہا ہوں اور میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری بات سُن لیں، اگر آپ نے کسی کو بھی ٹائم دینا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: صرف آپ نے پوائنٹ آف آرڈر لیا ہے اور کسی نے بھی نہیں لیا۔ بہت مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے ایک بات point out کی ہے کہ یہاں تقریریں ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جب ہم نے کرنی ہیں تو آپ نے وہ بھی سُننی ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں، میری طرف سے آپ شام تک ٹائم دیتے رہیں۔

جناب سپیکر: میں ان کی سُنوں گا آپ کی کم سُنوں گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! question hour ختم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: اُن کو بولنے دیں آپ مجھے کیا پڑھا رہے ہیں، کیا کرتے ہیں آپ؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اپنے بھائی مرتضیٰ صاحب کو ایک compliment دینا چاہتی ہوں کہ کچھ ایسے جیالے گورنمنٹ بنچوں میں بیٹھتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ سوال کی بات کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! نہیں، یہ بہت اچھی بات ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ اس کو چھوڑیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں ان کی efforts کو appreciate کرتی ہوں۔ یہ بھی بہت اچھا بولتے ہیں لیکن آپ سے درخواست ہے کہ اگر انہیں پوائنٹ آف آرڈر دیا ہے تو یہاں بھی دیں۔ مساوی سلوک ہونا چاہئے یہی میری درخواست ہے اور تیسری بات یہ کہ مجھے لاء منسٹر سے time barrel لے کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، next question

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! مجھے لاء منسٹر سے time barred لے کر دیں۔ بتائیں تو صحیح کب تک کروائیں گے؟

جناب سپیکر: جی، وہ جلدی کروائیں گے۔

جناب افتخار احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: .No point of order. No please no point of order بلوچ صاحب! تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب! کوئی ٹائم بتادیں کہ کتنے دِنوں میں آپ اس کا نوٹس لیں گے، اگر کسی نے غلط جواب دیا ہے تو پھر آپ اس کا کتنے دِنوں میں نوٹس لے کر دیں گے؟

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے غالباً یہ بات کی ہے کہ وہ Privilege Motions جو میں نے غلط answers پر ڈیپارٹمنٹس کے خلاف concede کی تھیں ان کا فیصلہ کب ہوگا وہ تو اب Privilege Committee کے پاس pending ہیں وہ میرے اختیار میں تو نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، Privilege Committee کی میٹنگ بُلائی جائے گی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: اگر Privilege Committee موجود بھی ہے تو اس کی میٹنگ نہیں بُلائی جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): Privilege Committee مہینے میں دو مرتبہ ملتی ہے۔

جناب سپیکر: Privilege Committee موجود ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: کب تک آپ ایسے حکومت چلائیں گے؟ ایسا نہیں ہوتا کوئی میٹنگ نہیں بلائی جاتی۔

جناب سپیکر: نہیں، ان کی میٹنگز ہوتی ہیں۔ آپ میں سے کون اس کے ممبر ہیں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں ہاتھ جوڑتی ہوں، یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ کوئی میٹنگ نہیں بلائی جاتی، آپ مجھے time barred لے کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ بس بات ہو گئی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! نہیں، آپ ان سے کہیں کہ ٹائم بتائیں۔

جناب سپیکر: وہ نہیں بتا سکتے۔ Privilege Committee ان کے اختیار میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: کیوں نہیں ہے؟ وہ لاء منسٹر ہیں۔ آپ کے تو اختیار میں ہے۔

جناب سپیکر: جی، میرے اختیار میں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: آپ بلائیں۔ آپ انہیں حکم دیں۔

جناب سپیکر: جی، میں کمیٹی کو کہتا ہوں کہ جلد فیصلہ کیا جائے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! آپ حکم دیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے کہہ دیا ہے، بات ریکارڈ پر آ گئی ہے۔ جی، next میاں نصیر صاحب! سوال نمبر بولئے گا۔

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 1100 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

میاں نصیر احمد: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور میں سرکاری رہائش گاہوں کی تفصیلات

*1100: میاں نصیر احمد: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جی او آر ماڈل ٹاؤن، جی او آر نزد جناح ہسپتال اور جی او آر شادمان میں کتنے کتنے گھر ہیں علیٰحدہ علیٰحدہ تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایسے افسران جن کی ٹرانسفر ہو چکی ہے یا ریٹائرڈ ہو چکے ہیں لیکن وہ پھر بھی مذکورہ رہائش گاہوں پر قابض ہیں اگر ہاں تو ان قابض ٹرانسفر ہونے والے افسران اور ریٹائرڈ افسران کی مکمل تفصیل ایوان میں فراہم کی جائے؟

(ج) کیا ایسے سی ایس پی افسران بھی مذکورہ سرکاری رہائش گاہوں پر قابض ہیں جو لاہور کے علاوہ کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے صوبے میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں اگر ہاں تو کتنے عرصے سے وہ ناجائز قابض ہیں مکمل تفصیل ایوان میں فراہم کی جائے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مذکورہ سرکاری رہائش گاہوں سے ناجائز قبضے ختم کروا کر حکومت میرٹ پر الاٹمنٹس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) درکار تفصیل درج ذیل ہے:۔

GOR-IV ماڈل ٹاؤن لاہور

غزالی فلیٹ۔60

خوشنما۔180

GOR-V بالمقابل جناح ہسپتال لاہور

75 گھر صوبائی پول پر اور 25 سٹی گورنمنٹ کے پول پر ہیں۔

GOR-III شادمان لاہور

کل رہائش گاہیں: 381

(ب) درست ہے جو افسران الاٹمنٹ پالیسی میں دی گئی رعایت کے بعد سرکاری گھروں میں رہائش پذیر ہیں ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جیسا کہ تتمہ (الف) میں مذکورہ افسران کو پالیسی کے مطابق بے دخلی کے لئے نوٹس جاری کئے ہوئے ہیں جن میں سے ایک الاٹی نے عدالت سے رجوع کر کے حکم امتناہی حاصل کر لیا ہے جبکہ دیگر نے مجاز اتھارٹی سے مزید رہنے کی اجازت طلب کی ہوئی ہے۔ جونہی ان کا فیصلہ ہوتا ہے تو سرکاری رہائش گاہیں خالی کروا کر میرٹ پر الاٹ کر دی جائیں گی۔

(د) جیسا کہ جز (ج) میں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں نصیر احمد: جی، اس کے جز میں منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ سولہ گھروں کو وہ خالی کروا چکے ہیں جو 2009 کے اندر انہوں نے پالیسی بنائی ہے اور یہ یقیناً بڑی دیر کی ہے۔ grouping of favouritism تھا جس سے جان چھڑاتے ہوئے انہوں نے سولہ گھر خالی کروائے ہیں لیکن مجھے جواب دیا گیا ہے کہ ابھی بھی دو گھر ایسے ہیں جہاں کوئی بیس سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور دو افراد کی وہاں پر unauthorized occupancy ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ سولہ گھر تو آپ نے خالی کروالئے ہیں مگر یہ دو گھر اسی طرح due ہیں؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں معزز رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ کافی lengthy process ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کبھی سول کورٹ سے، کبھی ہائی کورٹ سے stay حاصل کر لیتے ہیں۔ جو ہم نے گھر خالی کروائے ہیں وہ اس پورے process کو complete کرنے کے بعد کروائے ہیں اور کسی بھی جگہ پر ہم نے قانون کو violate نہیں کیا۔ اب انہوں نے خاص طور پر جس بات کی نشاندہی کی ہے تو اس میں بھی ایک حکم امتناعی آڑے ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کو vacate کرائیں کیونکہ وہ without any substance ہے اور انشاء اللہ اسے بھی خالی کروالیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں جتنے جی او آر کے گھر اور رہائش گاہوں کے بارے میں بتایا گیا ہے اس میں کچھ ایسے بھی گھر ہیں جو چند ایک پولیس افسران کو بھی دیئے گئے جو ان کی discretion پر نہیں بنتے تھے اس کے لئے چند سال پہلے ایک تجویز آئی تھی کہ جو پولیس افسران ہیں ان کے محکمے کے لئے خاص طور پر قربان لائن کے اندر گورنمنٹ نے جگہ وقف کی تھی کہ ان کو وہیں پر گھر بنا کر دیئے

جائیں گے تو کیا موجودہ سیٹ اپ میں اس طرح کا کوئی منصوبہ ہے کہ جو متعلقہ پولیس افسران ہیں ان کو جی او آر میں گھر دینے کے بجائے صرف قربان لائن کے اندر ہی گھر بنا کر دیئے جائیں جہاں ان کے لئے جگہ موجود ہے تو کیا اس قسم کا کوئی منصوبہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، بتائیں؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جی، بالکل! حکومت اس حوالے سے ایک پلاننگ پر غور کر رہی ہے کیونکہ اب جی او آر I,II,IV یہاں جتنے بھی گھر available ہیں یہ انتہائی short ہیں۔یعنی اس وقت سرکاری افسران کی رہائش کی جو requirement ہے یہ اس کا تقریباً 25 percent meet کر رہے ہیں اور 75 percent above requirement ہے۔ اس کے لئے ایک منصوبے پر غور ہو رہا ہے کہ یا تو ملٹی سٹوری فلیٹس بنائے جائیں یا پھر شہر سے تھوڑا باہر نکل کر گھر بنائے جائیں اس پر غور ہو رہا ہے۔ مگر اس کے لئے فنڈز بھی بہت زیادہ درکار ہوں گے، یہ چیز بھی دیکھنے والی ہے۔ یہ ابھی فائنل نہیں ہوا لیکن اس پر غور ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔ سوال نمبر بولئے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! سوال نمبر 1101 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

میاں نصیر احمد: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

صوبہ پنجاب میں پی سی ایس افسران کے مسائل

*1101: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) اس وقت صوبہ پنجاب میں کتنے پی سی ایس افسران گریڈ 17،18 میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں؟

(ب) پی سی ایس افسران کی ترقی کس طریق کار کے مطابق کی جاتی ہے مکمل تفصیل سے ایوان میں وضاحت فرمائی جائے؟

(ج) کیا سی ایس پی افسران کی صوبہ پنجاب میں تعیناتی سے پی سی ایس افسران کی ترقی متاثر ہوئی ہے اگر ہاں تو اس کے لئے حکومت کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا پی سی ایس افسران کی ترقی کے لئے بورڈ میٹنگ کرتا ہے اگر ہاں تو یہ میٹنگ کتنے عرصہ بعد منعقد کی جاتی ہے۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی سیکشن ایڈمن-II کے زیر انتظام گریڈ 17، گریڈ 18 (کچا) (ایکس اے سی رینک) میں بالترتیب 468 اور 49 آفیسرز محکمہ مال میں مختلف امور سرانجام دے رہے ہیں۔

(ب) پی سی ایس آفیسرز کی ترقی پی ایم ایس rules کے مطابق کی جاتی ہے جس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) سی ایس پی آفیسران کی صوبہ پنجاب میں تعیناتی سے پی سی ایس آفیسران کی ترقی متاثر نہیں ہوتی کیونکہ سی ایس پی آفیسرز کے لئے بی ایس 17 میں صرف 72 سیٹیں مختص ہیں اور اس وقت صرف چالیس آفیسرز کام کر رہے ہیں۔

(د) جی ہاں! پی سی ایس آفیسرز کی ترقی صوبائی سیلیکشن بورڈ-II، ایس اینڈ جی اے ڈی کے ذریعے کی جاتی ہے اس کے اجلاس کے انعقاد کے لئے کوئی مخصوص عرصہ مقرر نہ ہے۔ تاہم ترقی کے لئے دستیاب اسامیوں پر ترقی کے اہل آفیسرز کا کیس ان کا سروس ریکارڈ مکمل ہونے پر پی ایس بی-II کی کسی بھی میٹنگ میں رکھا جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے۔ مزید برآں پی سی ایس-104 آفیسرز کی ترقی کے لئے کیس پی ایس بی-II کی میٹنگ منعقدہ 29-9-2008 میں consider ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں نصیر احمد: جز (ب) میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ پی سی ایس افسران کی ترقی کس طریق کار کے مطابق کی جاتی ہے، اس کی تفصیل ایوان میں بتائی جائے اور اس کے ساتھ جز (ج) کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں کہ کیا پی سی ایس افسران کی ترقی متاثر ہوتی ہے جب سی ایس پی افسران کو پنجاب کے اندر لگایا جاتا ہے؟ (شور وغل)

جناب سپیکر: جی۔ order please. Order please.

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! 1993 میں گورنمنٹ نے ان دونوں گروپوں کے بارے میں ایک فارمولا طے کیا تھا کہ پنجاب کے اندر پچیس فیصد سترہویں گریڈ کے سی ایس پی افسران لگائے جائیں گے، اٹھارہویں گریڈ میں ان کی تعداد چالیس فیصد ہوگی اور سترہویں گریڈ میں بہتر سیٹیں ہیں تو کیا یہ 1993 کا جو فارمولا ہے اس کو fulfill کرتا ہے، یہ پچیس فیصد ہی بنتی ہیں، اس سے کم یا زیادہ ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پی سی ایس صاحبان کے بارے میں بتائیں؟

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں must concede I کہ پی سی ایس افسران کے ساتھ کافی زیادتی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ زیادتی کا لفظ اگر استعمال کیا جائے تو نامناسب نہیں ہے لیکن اس میں problem یہ آرہا ہے کہ مختلف گریڈز میں promotion کے لئے مختلف کورسز کا اور service length کا سوال ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی نے گریڈ انیس سے گریڈ بیس میں جانا ہے یا اٹھارہویں سے انیسویں میں جانا ہے تو پچھلے گریڈ میں اتنی service length ہونی چاہئے پھر اس کے بعد فلاں کورس جو ہے وہ ہونا چاہئے۔ اب ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ سالہا سال ان کی ترقیاں نہیں ہوئیں تو اس لئے ان کو next grade میں promotion کے لئے مشکلات پیش آرہی ہیں اب گورنمنٹ اس بات پر غور کر رہی ہے کہ for some time یا once ان شرائط کو تھوڑا نرم کر دیا جائے اور وہ لوگ جن کی next grade میں ترقی due ہے ان کو اس یعنی جو criteria ہے کہ اتنی پچھلے گریڈ میں length of service ہونی چاہئے یا فلاں فلاں کورسز ہونے چاہئیں تو اس کو تھوڑا کم کر دیا جائے یا soft کر دیا جائے کیونکہ اس وقت جو ان کے لئے مخصوص ہے، گریڈ 17 میں جو ڈی ایم جی گروپ ہے۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناءاللہ خان): ڈی ایم جی گروپ کا گریڈ 17 میں 25 فیصد ہے، گریڈ 18 میں 40 فیصد ہے پھر اس کے بعد گریڈ 19 میں 50 فیصد ہے اور گریڈ 20 میں 60 فیصد ہے۔ گریڈ 21 میں 65 فیصد ہے۔ جو rest quota ہے وہ پی سی ایس افسران کے لئے ہے۔ پی سی ایس افسران کا جو quota اس وقت ہے وہ بہت کم ہے اور ان کے ساتھ نامناسب treatment ہے لیکن اس کے لئے بھی وہ پورے نہیں ہیں۔ یعنی جو quota ان کو ان کے حق سے تھوڑا دیا گیا ہے اس میں بھی ان کی تعداد پوری نہیں ہے۔ اب اس سلسلے میں کوشش ہو رہی ہے اور سال 2009 میں ان کی

promotion کا جو بورڈ ہے، بلکہ وہ اجلاس جو سالہا سال نہیں ہوتے رہے 2009 میں اس کے چار اجلاس ہوئے ہیں۔ تقریباً 104 کے قریب جو پی سی ایس افسران تھے ان کی promotion کے cases consider ہوئے اوران میں سے پانچ cases incomplete ہونے کی وجہ سے delay ہوئے ہیں لیکن باقی سب کو promote کیا گیا ہے۔ ہم اس کو بڑا effectively اور efficiently لے رہے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ 2010 within this year پی سی ایس افسران سے جو زیادتی ہو رہی ہے اس کو ہم redress کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو وزیر قانون کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کی ان کو پوری طرح آگاہی حاصل ہے اور اس کو محسوس کرتے ہوئے اس پر توجہ دینے کی یقین دہانی بھی کروائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی توجہ بھی مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ 1993 کا جو فارمولا بنایا گیا تھا وہ اس وقت کی interim government نے بنایا تھا، اس وقت معین قریشی صاحب وزیر اعظم تھے۔ اس فارمولے کے تحت گریڈ 22 کے لئے پی سی ایس افسران کو consider نہیں کیا جاتا۔ اس طرح ان کو بالکل بند کر دیا گیا ہے ان کے ایک فیصد افسران بھی اس سکیل میں نہیں آتے۔ میں وزیر قانون کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور ان سے یہ التجا بھی کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو بھی جلد از جلد resolve کیا جائے۔ 1986 میں میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ اس کمیٹی کے ممبر تھے اور اس کمیٹی نے بھی یہی سفارشات دی تھیں کہ پی سی ایس افسران پر یہ قدغن بالکل نہیں لگنی چاہئے بلکہ کسی بھی گروپ پر یہ پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ اس طرح سے وہ ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتے۔ میں صرف رانا صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو ان مسائل کا ادراک ہے۔

جناب سپیکر: اب آپ کی طرف سے کوئی ضمنی سوال نہیں ہے؟

میاں نصیر احمد: شکریہ

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب والا! اس میں میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب والا! میرے معزز دوست نصیر بھائی نے جو سوال کیا ہے ہماری پنجاب کی services کے لئے نہایت اہم ہے۔1993 کا جو انہوں نے فارمولا بتایا ہے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس وقت سردار ذوالفقار علی کھوسہ کے والد صاحب بھی اس کمیٹی کے رکن تھے اور شاہ محمود قریشی صاحب بھی اس میں شامل تھے۔

جناب سپیکر: کس کے والد صاحب؟

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: سردار دوست محمد خان کھوسہ کے والد صاحب لیکن اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس کو بھی implement نہیں کیا گیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت گریڈ21 کے لئے پی سی ایس افسران کا جو quota ہے اس پر کام کر رہے ہیں یا نہیں اور اگر کر رہے ہیں تو کتنے افسران کام کر رہے ہیں، اس کے علاوہ ان پی سی ایس افسران کی گریڈ 22 میں promotion ہے یا نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں sure نہیں ہوں لیکن offhand جو میری اطلاع ہے اس کے مطابق اس وقت پی سی ایس افسران کا کوئی بھی آفیسر گریڈ21 اور گریڈ22 میں serve نہیں کر رہا اور unfortunately ایسا ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس چیز کو ہم انشاء اللہ redress کریں گے اور پی سی ایس افسران کے ساتھ جو ہونے والی زیادتی ہے on behalf of government میں اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اس کا ازالہ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ شکریہ۔ اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2029 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

آؤٹ آف ٹرن الاٹ کئے گئے کوارٹرز کی تفصیلات

*2029: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سابق حکومت نے 2002 تا 2007 آؤٹ آف ٹرن بے شمار ملازمین کو گھر الاٹ کئے جس کی وجہ صرف یہ بتائی گئی کہ مذکورہ ملازمین کو گھر کی سخت ضرورت ہے؟

(ب) موجودہ حکومت کے دور میں کتنے ملازمین کو آؤٹ آف ٹرن گھر الاٹ کئے گئے اور یہ کون سی کیٹیگری کے تھے نیز وحدت کالونی ہاؤس نمبر 38 بلاک (او) کس ملازم کو آؤٹ آف ٹرن الاٹ ہوا ہے اور یہ کس کے حکم سے کیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سابق حکومت کی طرح موجودہ حکومت نے بھی پالیسی سے ہٹ کر آؤٹ آف ٹرن گھر الاٹ کرنا شروع کر دیئے ہیں جو غریب ملازمین کے ساتھ ظلم ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سابق حکومت کے غیر قانونی آؤٹ آف ٹرن بااثر ملازمین کے کوارٹر کی الاٹمنٹ کینسل کرنے اور 15/20 سال سے انتظار میں بیٹھے لوگوں کو میرٹ پر گھر فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست ہے کہ سابق حکومت نے 2002 تا 2007، 270 آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹس صوابدیدی اختیار استعمال کرتے ہوئے کیں۔

(ب) موجودہ حکومت نے اب تک ، جو گھر آؤٹ آف ٹرن الاٹ کئے ہیں ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ کوارٹر نمبر 38-0 وحدت کالونی عثمان سکندر، سکیورٹی اسسٹنٹ، پنجاب اسمبلی کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر آؤٹ آف ٹرن الاٹ کیا گیا ہے۔

(ج) اس حد تک درست ہے کہ موجودہ حکومت نے آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹ کی ہیں مگر یہ الاٹمنٹس مجاز اتھارٹی نے اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کرتے ہوئے کی ہیں۔

(د) موجودہ حکومت نے سابق حکومت کی آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹس کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد خلاف ضابطہ الاٹمنٹس کینسل کر دی تھیں جن کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مزید برآں متواتر میرٹ پر گھر الاٹ کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید حسن مرتضیٰ: جواب کے جز(الف)میں لکھا ہوا ہے کہ 270 out of turn allotments صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے سابق حکومت نے کیں۔ جز(ب)میں ہے کہ موجودہ حکومت نے بھی صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے allotments کیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ بے چارے جو بیوروکریٹس ہیں جن بے چاروں کو گھروں کی زیادہ ضرورت ہے، جن کے بچے ٹینٹوں میں رہ رہے ہوتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اگر آپ افسر کہہ دیں یا افسران کہہ دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! 1947 سے یعنی جب سے یہ ملک بنا ہے یہ بنا ہی ججوں، جرنیلوں اور بیوروکریٹس کے لئے تھا۔ ہمارے لئے نہیں تھا، آپ دیکھ لیں کہ آپ نے کبھی out of turn allotment کی ہے؟ ہمارے ایم پی ایز بھی موجود ہیں اور 370 کا یہ ہاؤس ہے، آپ کے پاس بھی چالیس پچاس residences ہیں ہمیں بھی تو ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ہمارے وزیر نے آئی جی ہاؤس کو occupy کر لیا اس میں وہ رہ رہا تھا اس وقت تک اس آئی جی کی ٹانگیں زمین پر نہیں لگیں جب تک اس وزیر کو انہوں نے دربدر نہیں کر دیا۔ یہ خود ریٹائرمنٹ کے بعد پانچ پانچ سال تک گھر خالی نہیں کرتے۔ انہیں ہی out of turn accommodate کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کو پالیسی تو بتائی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: میری بہن سامیہ امجد ابھی کہہ رہی تھیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: پھر آپ کہیں گے کہ میں نے تقریر نہیں کی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں نے تو ابھی کرنی ہے۔ میں نے تو اس وقت بھی عرض کی تھی کہ اگر ہماری بہن ڈاکٹر سامیہ امجد کر سکتی ہیں جو ہمارے لئے قابل احترام ہیں اور میں نے آج تک کبھی کسی خاتون کے ساتھ cross talk نہیں کی اور کبھی کوئی فقرہ بھی نہیں کسا۔

جناب سپیکر: یہ اچھی بات ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: انہوں نے آج میرے بارے میں بات کر کے مجھے بڑا دلی دکھ پہنچایا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے تو آپ کی تعریف کی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: وہ تو ہر مقدمہ آپ کی عدالت میں چھوڑتی ہیں۔ میں اپنا مقدمہ اللہ کی عدالت میں چھوڑ رہا ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: .Point of personal explanation میں نے تو آپ کی تعریف کی ہے۔
جناب سپیکر: نہیں، ان کو بات کرنے دیں۔ میں نے آپ کی بات کہہ دی ہے۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں اس کو اللہ کی عدالت پر چھوڑ رہا ہوں۔ یہ جو میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر ہم ایم پی ایز کسی بیورکریٹ کے پاس چلے جائیں تو اس کی "دھون" سیدھی نہیں ہوتی۔ کلاس۔IV کے بندے کی ہم سفارش کر رہے ہوتے ہیں تو وہ ہمیں کہتے ہیں کہ میرٹ پر کروں گا۔ کلاس۔iv کا میرٹ بنانے والا وہ بیوروکریٹ کون ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے اسے اگر کوئی out of turn allotment کی ہے، گورنمنٹ اس کو اس گھر سے فارغ کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟
جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!
وزیر محکمہ خدمات وانتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر اس ہاؤس کی یہ sense ہوئی کہ تمام out of turn allotments کو cancel کر دیا جائے تو حکومت ہاؤس کے اس فیصلے کا احترام کرے گی۔ اس میں اس بات کو بھی زیر غور رکھ لیا جائے کہ جب آپ ایک دفعہ کسی آفیسر یا کسی نچلے درجے کے اہل کار کو allotment کر دیتے ہیں تو اس کی cancellation کے بعد اس کا ایک legal right establish ہو چکا ہوتا ہے جس کے تحت پھر وہ stay لے سکتا ہے اور اس معاملے کو کافی لمبا بھی کر سکتا ہے۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! رانا صاحب نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ گزارش صرف اتنی ہے کہ یہاں پر جو بھی ڈکٹیٹر کے کندھوں پر بیٹھ کر حکومت آئی یا غیر جمہوری طریقے سے حکومتیں آئیں وہ اگر اس قسم کی چیزیں کر لیں shoulder promotion انہیں suite کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ان سے اپنے غیر قانونی کام لینے ہوتے ہیں، انہوں نے یہاں پر political workers کو victimize کرنا ہوتا ہے اور انہیں یہ چیزیں suite کرتی ہیں۔ ایک جمہوری حکومت کو out of turn اور میرٹ سے ہٹ کر allotment کرنا زیب نہیں دیتا۔ جو ہمارے قائد ایوان ہیں ان کا عوام میں ایک image ہے کہ وہ میرٹ پر کام کرتے ہیں۔
جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ---
سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! آپ میری عرض سن لیں۔

جناب سپیکر: لاء اینڈ آرڈر پر آج بہت بحث ہو گی۔ آپ مہربانی فرمائیں اور relevant ہو کر۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! آپ نے حکم دیا میں نے اپنا پہلا سوال چھوڑ دیا۔

جناب سپیکر: آپ بڑے اچھے ہیں ماشاء اللہ۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! آپ اس ہاؤس کے Custodian ہیں اور اگر آپ کا یہ حکم ہے تو میں یہ تمام چیزیں یہاں رکھ کر باہر جا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: واک آؤٹ کرنے لگے ہیں؟ واک آؤٹ نہیں کرنا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میرا کوئی ناجائز کام نہیں ہوتا لیکن بیوروکریسی کی "دھون" کا سریا نکلنا ضروری ہے۔ آپ اگر وہ نہیں نکالنا چاہتے تو میں باہر جا رہا ہوں؟

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ میری بات سنیں۔ شاہ صاحب ایسے نہ کریں۔ یہ بات مناسب نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں جا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ شاہ صاحب! آپ بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: اور شاید ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! انہیں روکیں اور منا کر لائیں یا پھر مجھے آنا پڑے گا، شاہ صاحب! آپ ادھر آئیں۔ آپ بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے Custodian ہیں۔ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن میں بیوروکریسی کو support نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آ جائیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! میں بھی ان کی support میں واک آؤٹ کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبرز سید حسن مرتضیٰ اور ڈاکٹر سامیہ امجد ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: شاہ صاحب کو منا کر لائیں۔ کائرہ صاحب! آپ جائیں اور سید حسن مرتضیٰ کو منا کر ایوان میں واپس لائیں۔ اب اس سوال کا کیا کیا جائے؟ شاہ صاحب کے آنے تک اس سوال کو pending کرتے ہیں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر محکمہ خدمات و انتظام عمومی (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ایس اینڈ جی اے ڈی، ٹرانسپورٹ ونگ میں موجود گاڑیوں سے متعلقہ تفصیلات

*151: **سید حسن مرتضیٰ:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے ٹرانسپورٹ ونگ میں اس وقت کل کتنی گاڑیاں موجود ہیں اور کن کن عہدیداروں اور افسران کے زیر استعمال ہیں، ان کی تفصیل مع گاڑی و نمبر، انجن کی پاور، ماڈل، عہدیدار اور افسران کے نام بیان کئے جائیں؟

(ب) ان گاڑیوں کے پٹرول، مینٹیننس اور مرمت پر ماہانہ اخراجات بابت 2007 ایک سال کی تفصیل بیان کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی میں اس وقت 300 گاڑیاں موجود ہیں۔ان کی تفصیل پرچہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان گاڑیوں کے پٹرول، مینٹیننس اور مرمت پر ماہانہ اخراجات بابت 07-2006 کی تفصیل پرچہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سرکاری ملازمتوں میں غیر مسلموں کا کوٹا

*2411: **جناب جوئیل عامر سہوترا:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ کے تمام سرکاری اداروں میں سینٹری ورکرز بھرتی کا کرائٹیریا کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ کے مختلف سرکاری اداروں میں سینٹری ورکرز صرف غیر مسلم ہی بھرتی کئے جاتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سرکاری اداروں میں سینٹری ورکرز کے علاوہ دوسری اسامیوں پر غیر مسلموں کو بھرتی نہیں کیا جاتا؟

(د) اگر جز(ب)اور(ج)کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ پالیسی غیر مسلموں سے مساوی سلوک کے مترادف نہیں ہے۔کیا حکومت اس فرق کو ختم کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے،اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سینٹری ورکرز اور دیگر اسامیوں پر بھرتی متعلقہ سروس رولز کے مطابق کی جاتی ہے۔ کنٹریکٹ بھرتی پالیسی 2004 کے مطابق تمام مجاز حکام پابند ہیں کہ وہ خالی اسامیاں سروس رولز کی شرائط کے مطابق پر کریں۔

(ب) جی نہیں۔ سروس رولز کی شرائط پر پورا اترنے والا پنجاب کا کوئی بھی شہری اس اسامی پر بھرتی ہو سکتا ہے۔اس سلسلہ میں کسی قسم کا نسلی اور مذہبی امتیاز نہیں کیا جاتا۔مزید برآں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت پنجاب کے مراسلہ نمبر (S&GAD)10-1/2003 SOR-IV مورخہ 13۔فروری 2009(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) میں واضح طور پر تمام مجاز افسران کو آگاہ کر دیا ہے کہ خالی اسامیوں کا اشتہار جاری کرتے وقت کسی مخصوص طبقہ یا مذہب کے پیروکار کی اہلیت یا ترجیح کا ذکر نہ کیا کریں۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ سینٹری ورکرز کے علاوہ دیگر خالی اسامیوں پر بھرتی متعلقہ سروس رولز کے مطابق کی جاتی ہے۔مزید برآں حکومت پنجاب کی ہدایت مورخہ 13۔فروری 2009 اور آئین کے آرٹیکل نمبر 27 کی عبارت سے تمام افسران آگاہ ہیں جس میں کسی بھی قسم کے امتیازی سلوک سے منع کیا گیا ہے اس لئے غیر مسلم بھی دیگر اسامیوں پر تقرری کے اہل ہیں بشرطیکہ وہ سروس رولز کی شرائط پر پورا اترتے ہوں۔

(د) حکومت پنجاب کی پالیسی کے مطابق غیر مسلموں سے قطعاً امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جاتا۔

حکومت کی طرف سے بنائی گئی ٹاسک فورس کی تفصیلات

*2467: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جون 2008 سے 30-نومبر 2008 تک مختلف معاملات سے نمٹنے کے لئے حکومت نے کتنی ٹاسک فورس بنائیں ہر ٹاسک فورس کا نام، فنکشنز اور دائرہ کار/اختیار کی وضاحت کی جائے، ہر ٹاسک فورس کی محکمہ کے ساتھ کوآرڈینیشن اور اختیارات کی تقسیم کی وضاحت کی جائے؟

(ب) ہر ٹاسک فورس کے سربراہ کا نام اور ممبران و دیگر عہدہ داران کے نام اور عہدے بیان کئے جائیں کس کے حکم سے بنائی گئیں نیز اگر نوٹیفکیشن جاری ہوا تو اس کی نقل ایوان کو مہیا کی جائے؟

(ج) ہر ٹاسک فورس پر آج تک اخراجات کی تفصیل بتائی جائے، یہ خرچہ کس مد سے اور کس قانون کے تحت کیا جا رہا ہے؟

(د) ہر ٹاسک فورس کی کارکردگی کی تفصیل مہیا کی جائے؟

(ہ) کیا حکومت ہر ٹاسک فورس کی کارکردگی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کے لئے تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حکومت پنجاب نے تا حال 31 ٹاسک فورسز بنائی ہیں جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ ٹاسک فورسز صرف وزیر اعلیٰ کی طرف سے تفویض کردہ امور پر پالیسی بنانے میں متعلقہ محکمہ کی مدد کرتی ہیں۔

(ب) تمام ٹاسک فورسز وزیر اعلیٰ کے حکم سے بنائی گئی ہیں ان کے سربراہان، ممبران کے نام عہدہ کے نوٹیفکیشن کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) ٹاسک فورسز کے چیئرپرسن و ممبران کی اکثریت ذاتی خرچہ پر مختلف میٹنگز کے لئے آتی ہے۔ تاہم سپورٹس، انفارمیشن ٹیکنالوجی، انڈسٹریز ونگ ایس اینڈ جی اے ڈی، فنانس اور ماحولیات سے متعلق چند پروفیشنلز کو اعزازیہ دیا جا رہا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) کارکردگی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تمام ٹاسک فورسز کی کارکردگی کی رپورٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور پنجاب سول سیکرٹریٹ کی متعدد عمارات کو منہدم کرنے کی تفصیلات

*2566:چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب سول سیکرٹریٹ میں بہت سی عمارات وپورشنز کو گرایا گیا اور گرایا جارہا ہے ان کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) پنجاب سول سیکرٹریٹ میں گرائی جانے والی عمارات وپورشنز کو کب تعمیر کیا گیا تھا اور ان پر کتنی لاگت آئی تھی،ان کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) پنجاب سول سیکرٹریٹ کی رینوویشن پر کتنی لاگت آرہی ہے،اس کے لئے کیا پلان ہے اور کب تک یہ مکمل ہو جائے گی؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سول سیکرٹریٹ پنجاب میں بہت سے تاریخی / پرانے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں،ان کی تعداد، قسمیں اور کب لگائے گئے تھے؟

(ہ) کیا یہ اربوں روپے کا خرچہ پنجاب سول سیکرٹریٹ کو خوبصورت بنانے کے لئے کیا جارہا ہے، کیا یہی رقم کسی پسماندہ ضلع مثلاً پاکپتن کی غربت، جہالت ختم کرنے کے لئے خرچ نہ ہو سکتی تھی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب سول سیکرٹریٹ کی تاریخی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے اور عمارتوں کو اصلی حالت میں بحال کرنے کے لئے تجاوزات اور دفاتر کے اضافی تعمیر شدہ portions کو گرایا گیا ہے۔ نیز وہ عمارتیں جنہیں شکست وریخت اور خستہ حالی کی وجہ سے انسانی استعمال کے لئے خطرناک قرار دیا گیا تھا وہ بھی مسمار کر دی گئی ہیں۔ان گرائی جانے والی عمارتوں میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے دفاتر، موٹر ٹرانسپورٹ ونگ کی عمارت اور پرانے گراج، پولیس گارڈ و یوٹیلٹی سٹور کی عمارت اور پچاس کے قریب پرانے رہائشی کوارٹر شامل ہیں۔

(ب) پنجاب سول سیکرٹریٹ کی عمارات میں تجاوزات اور اضافی portions کی تعمیر گزشتہ پچاس سال میں مختلف ادوار میں اور ضرورت کے مطابق بغیر کسی مصدقہ نقشے کے تعمیر کی گئی تھی اور اتنا پرانا ریکارڈ دستیاب نہ ہے۔

(ج) پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور کی رینوویشن برائے مالی سال 10۔2009 سالانہ ترقیاتی پروگرام میں جو سکیمیں شامل کی گئی ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پلان کے مطابق یہ تمام سکیمیں موجودہ مالی سال میں مکمل ہونی ہیں بشرطیکہ سکیموں کی منظوری اور فنڈز فراہم کئے گئے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ صرف پیپل کے دو پرانے درخت جو کھوکھلے ہو چکے ہیں اور کسی بھی وقت گر سکتے تھے، گرایا گیا ہے۔ کچھ ایسے چھوٹے درخت جو ایسی عمارتوں کے پاس تھے جو بغیر کسی منصوبہ بندی کے بنائے گئے تھے انہیں کاٹا گیا ہے۔ البتہ ان کی جگہ بہت سے نئے درخت سیکرٹریٹ میں لگا دیئے ہیں۔

(ہ) کسی بھی تاریخی عمارت کی اہمیت کے پیش نظر اس کی بحالی اور دیکھ بھال پر اٹھنے والا خرچہ قواعد و ضوابط کی پابندی اور متعلقہ فورم کی منظوری کے بعد کیا جاتا ہے ضلعی حکومتوں کے ترقیاتی و غیر ترقیاتی بجٹ کا کسی دوسرے منصوبے سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

گزیٹڈ اور نان گزٹیڈ ملازمین کے بچوں کے لئے وظیفہ کی تفصیلات

*2648: چودھری عبداللہ یوسف: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 16 گریڈ کے اوپر سرکاری ملازمین کے بچوں کو Benevolent Fund سے وظیفہ مبلغ 14 ہزار جبکہ نان گزیٹڈ سٹاف کو صرف 3 ہزار روپیہ ملتا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو اس تفاوت کی وجہ کیا ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ دونوں کیٹیگریز کے لئے 14 ہزار روپے ماہوار وظیفہ کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) صوبائی بہبود فنڈ بورڈ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول برائے جریدی (گزیٹڈ) ملازمین اور حصہ دوئم برائے غیر جریدی (نان گزیٹڈ) ملازمین۔ حکومت پنجاب کے تمام ملازمین ہر ماہ اپنی تنخواہ سے بہبود فنڈ کی مد میں سے 3 فیصد کٹوتی کرواتے ہیں۔ کٹوتی کی یہ رقم اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر کے ذریعے اول اور حصہ دوئم کے لئے علیحدہ علیحدہ موصول ہوتی ہے اور آمدنی اور خرچ کا حساب بھی الگ الگ رکھا جاتا ہے۔ حکومت پنجاب کے ملازمین اور ان

کے خاندان کے افراد کو بہبود فنڈ سے مندرجہ ذیل گرانٹس درخواست دینے پر جاری کی جاتی ہیں۔

1- ماہانہ امداد
2- شادی گرانٹ
3- تجہیز و تکفین گرانٹ
4- تعلیمی وظائف
5- الوداعی گرانٹ (صرف جریدی ملازمین کے لئے)

جریدی اور غیر جریدی ملازمین کی بہبود فنڈ سے گرانٹس کا تعین ان کی بہبود فنڈ کی کٹوتی سے حاصل ہونے والی رقم کے مطابق کیا جاتا ہے اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈ، گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی۔

(ج) جیسا کہ جز (ب) میں بیان کیا گیا ہے کہ جریدی اور غیر جریدی ملازمین کی بہبود فنڈ سے گرانٹس کا تعین ان کی بہبود فنڈ کی کٹوتی سے حاصل ہونے والی رقم کے مطابق کیا جاتا ہے اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈ، گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی۔مزید برآں حصہ دوم کو اس وقت مالی خسارے کا سامنا ہے۔لہذا صوبائی بہبود فنڈ بورڈ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو وظیفہ کی مالیت میں اضافے کا ارادہ نہ رکھتا ہے۔

پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ کا قیام و دیگر تفصیلات

*2764: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ کب اور کس کے حکم کے تحت بنایا گیا؟

(ب) اس ادارے کے قیام کے مقاصد کیا ہیں؟

(ج) اس ادارے کے لاہور میں دفاتر کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(د) اس ادارے کے سال 08-2007 اور 09-2008 کے اخراجات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ سال وار بتائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ (PBIT) وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر بنایا گیا۔اس کے لئے سمری محکمہ کامرس اینڈ انویسٹمنٹ کی طرف سے منظوری کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کو

مورخہ 26-12-2008 کو بھیجی گئی۔اس سمری کی منظوری مورخہ 30-12-2008 کو دے دی گئی اس منظوری کے بعد مورخہ 19۔جنوری 2009 کو نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔جس کے تحت PBIT کا ادارہ معرض وجود میں آیا(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)بعد ازاں اس بورڈ کو باقاعدہ ایک کمپنی کے طور پر 31-01-2009 کو جائنٹ رجسٹرار آف کمپینز کے پاس رجسٹر کرایا گیا۔

(ب) اس ادارے کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

1۔ وفاق اور صوبائی حکومتوں کی تجارت اور انویسٹمنٹ پالیسیوں کو عملی جامع پہنانا۔
2۔ وفاقی حکومت کی پالیسیوں پر عملدرآمد کے لئے بورڈ آف انویسٹمنٹ اسلام آباد کی معاونت کرنا۔
3۔ پنجاب کے لئے معاشی ترقیاتی پلان کی تیاری کرنا۔
4۔ پنجاب میں انویسٹمنٹ کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنا۔
5۔ پنجاب کو اندرونی / بیرونی انویسٹرز کے لئے نمایاں کرنا۔
6۔ بزنس کیمونٹی کو پنجاب کے معاشی ترقیاتی پلان کے لئے قائل کرنا۔
7۔ انویسٹرز کے لئے ون ونڈو آپریشن کے قیام میں معاونت کرنا۔
8۔ پنجاب کی ایکسپورٹ انڈسٹری کو مضبوط کرنا۔
9۔ حکومت اور بزنس مین کے درمیان اختلافات کو دور کرنا۔
10۔ ایک ایسے فورم کا قیام کرنا جہاں پر لوگ بزنس کے حوالے سے نئے مواقع کی نشاندہی کریں۔
11۔ پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر کی پارٹنر شپ سے انویسٹمنٹ کے لئے نئی راہیں کھولنا۔
12۔ پنجاب کی ایکسپورٹ کو بڑھانا۔
13۔ معاشی ترقی کے لئے پرائیویٹ سیکٹر اور ٹریڈ باڈیز کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنا۔
14۔ انفرادی انویسٹمنٹ تجاویز کا جائزہ لینا۔

(ج) اس ادارے کا دفتر چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں قائم کیا گیا ہے اور اس کو عارضی طور پر 9 کلب لین جی او آر۔1 الاٹ کی گئی تھی۔

(د) اس ادارے کا قیام چونکہ 19۔جنوری 2009 کو عمل میں لایا گیا لہذا 2007-08 میں اس کے لئے کوئی بجٹ مختص نہیں کیا گیا۔تاہم اس ادارے کے سال 2008-09 کے لئے سو ملین روپے کی منظوری دی گئی ہے۔

پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ میں منظور شدہ اسامیاں و دیگر تفصیلات

*2765: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ میں گریڈ 17 اور اوپر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں؟

(ب) لاہور میں ان اسامیوں پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت کی تفصیل بتائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ کے ڈھانچہ کی تشکیل ہو رہی ہے تاحال وائس چیئرمین / چیف ایگزیکٹو آفیسر اور جملہ ڈائریکٹرز کی اسامیاں منظور کی گئی ہیں جن کی تفصیل نوٹیفکیشن ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) تاحال مسٹر ہارون خواجہ کی بطور وائس چیئرمین / چیف ایگزیکٹو آفیسر پنجاب بورڈ آف انویسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ تقرری ہوئی ہے وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں۔

کلاس-IV ملازمین کے پروموشن کوٹا میں اضافے کا معاملہ

*2886: رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری دفاتر میں کلاس (BS1-4) کا اگلے گریڈ میں ترقی کا کوٹا 20 فیصد مقرر ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے عرصہ دراز سے اس میں اضافہ نہ کیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کلاس فور کے میٹرک تا بی اے ملازمین اپنے اپنے محکموں میں انتہائی جانفشانی سے خدمات انجام دے رہے ہیں اور ترقی نہ ہونے کی وجہ سے بہت مایوس ہیں؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کوٹے کو 20 فیصد سے بڑھا کر 30 فیصد کر کے ان کی دادرسی کے لئے تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔پنجاب سیکرٹریٹ (منسٹریل پوسٹس) سروس رولز 1982 کے تحت جونیئر کلرکس کی بھرتی میں 10 فیصد کوٹا کلاس فور ایمپلائز (صرف ریسٹوررز اور دفتری) کے لئے مختص تھا۔تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔بعد ازاں نوٹیفکیشن نمبری SOR-III-2-28/90 مورخہ 20-10-1992 اور 25-05-1993 کے تحت جونیئر کلرکس کی بھرتی میں یہ کوٹا بڑھا کر 20 فیصد کر دیا گیا۔تتمہ (ب) اور (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور تمام کلاس فور ایمپلائز (BS1-4) جو بصورت دیگر جونیئر کلرکس کی پوسٹ کے لئے اہل ہوں کو اس پروموشن کا اہل قرار دے دیا گیا جو تا حال نافذ العمل ہے۔

نوٹ: مزید برآں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ سال 2004 میں نئی ریکروٹمنٹ پالیسی متعارف کروائی گئی ہے جس کے مطابق دیگر ملازمین کی طرح کلاس فور ملازمین کی بھرتی بھی کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جا رہی ہے۔کنٹریکٹ کی بنیاد پر بھرتی کئے گئے کلاس فور ملازمین کے لئے 20 فیصد کوٹا کے تحت ترقی کی گنجائش موجود نہ ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔جب اسامیاں میسر ہوتی ہیں تو بصورت دیگر جونیئر کلرکس کی پوسٹ کے لئے اہل کلاس فور ملازمین کو 20 فیصد کوٹا کے تحت بلا تاخیر بطور جونیئر کلرک ترقی دے دی جاتی ہے۔1991 تا 2008، 181 کلاس فور ملازمین کو مذکورہ کوٹا کے تحت بطور جونیئر کلرک ترقی دی جا چکی ہے جس کی تفصیل تتیمہ (د) ایوان کی میز پر برائے ملاحظہ رکھ دیا گیا ہے۔2008 میں 20 کوٹا کے تحت ترقی پانے کے لئے 98 امیدواروں نے ٹائپنگ ٹیسٹ میں حصہ لیا اور 54 امیدواروں نے ٹائپنگ ٹیسٹ پاس کیا۔اس وقت صرف 43 اسامیاں 20 فیصد کوٹا کے تحت موجود تھیں جن پر 43 امیدواروں کو سنیارٹی کی بنیاد پر ترقی دے دی گئی۔اس طرح ریکارڈ کے مطابق 20 فیصد کوٹا کے تحت ترقی پانے والے صرف 11 امیدوار باقی بچے ہیں جن کو مستقبل قریب میں میسر خالی اسامیوں پر اہلیت کی بنیاد پر ترقی دے دی جائے گی۔

(د) ضرورت نہ ہے کیونکہ پنجاب سول سیکرٹریٹ میں 20 فیصد کوٹا کے تحت ترقی پانے والے صرف 11 امیدوار باقی ہیں۔جن کو بھی مستقبل قریب میں اہلیت کی بنیاد پر خالی اسامیوں پر

ترقی دے دی جائے گی۔2004 سے نئی ریکروٹمنٹ پالیسی کے اجرا کے بعد کلاس فور ملازمین کی بھرتی کنٹریکٹ کی بنیاد پر متعارف کرائی گئی ہے جس کے مطابق کلاس فور ملازمین کے لئے 20 فیصد کوٹا کے تحت ترقی کی گنجائش موجود نہ ہے۔

سرکاری ملازمت کے لئے عمر کی بالائی حد 38 سال مقرر کرنے کا معاملہ

*2890: جناب جاوید حسن گجر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ عمر کی بالائی حد گزرنے کی بناء پر ہزاروں اہل امیدواران سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کے موجودہ criteria پر پورے نہ اترتے ہیں؟

(ب) کیا حکومت مذکورہ بالا صورتحال کے پیش نظر سرکاری ملازمت کے لئے بالائی عمر کی حد 38 سال مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست نہ ہے۔ ہر پوسٹ کے لئے عمر کی بالائی حد اس پوسٹ کے لئے مجوزہ تعلیمی استعداد اور تجربہ کو مدنظر رکھ کر مقرر کی جاتی ہے کیونکہ حکومت پنجاب نے بذریعہ چٹھی نمبر SORI(S&GAD)9-36/81 مورخہ 4-11-2006 (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) تمام District Coordination Officers اور Administrative Secretaries کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ عمر کی بالائی حد میں پانچ سال تک رعایت بذریعہ اشتہار اخبار دے سکتے ہیں۔اس رعایت سے صوبہ بھر میں ہزاروں امیدواران سرکاری ملازمتوں کے حصول کے لئے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(ب) چونکہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسرز اور ایڈمنسٹریٹو سیکرٹریز کو عمر کی بالائی حد میں پانچ سال کی رعایت کا اختیار پہلے ہی دے دیا گیا ہے اس لئے حکومت پنجاب کا عمر کی بالائی حد میں مزید رعایت دینے کا کوئی ارادہ نہ ہے۔

فیصل آباد میں پی پی ایس سی کا دفتر وامتحانی مرکز قائم کرنے کے مقاصد

*2905: رانا آصف محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا کوئی دفتر اور امتحانی مرکز قائم نہیں کیا گیا؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت فیصل آباد میں پی پی ایس سی کا برانچ آفس اور امتحانی مرکز قائم کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فیصل آباد میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا کوئی دفتر اور امتحانی مرکز نہیں ہے۔

(ب) سیکرٹری پنجاب پبلک سروس کمیشن کے مطابق اگر گورنمنٹ آف پنجاب وسائل مہیا کرتی ہے تو پی پی ایس سی کو فیصل آباد میں علاقائی دفتر اور امتحانی مرکز قائم کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔تاہم فیصل آباد میں علاقائی دفتر اور امتحانی مرکز قائم کرنے کی صورت میں پنجاب کی باقی تمام ڈویژنز میں بھی دفاتر اور امتحانی مراکز قائم کرنا پڑیں گے جبکہ وسائل عدم دستیابی کی وجہ سے صوبہ فی الحال اس کا متحمل نہ ہے۔

راولپنڈی انٹی کرپشن آفس میں ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2922: جناب شہر یار ریاض: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راولپنڈی میں کل کتنے انٹی کرپشن کے افسر و ملازم ہیں؟

(ب) پچھلے دو سالوں میں اس دفتر نے کتنے کیس رجسٹر کئے ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) راولپنڈی میں انٹی کرپشن کے کل افسر و ملازمین کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:۔

افسر 22، ملازم 136 = 158 (کل تعداد)

(ب) پچھلے دو سالوں میں اس دفتر میں کل 169 کیس رجسٹر ہوئے۔

انٹی کرپشن گوجرانوالہ اور لاہور ریجن میں سرکاری ملازمین کے خلاف درخواستوں کی تفصیلات

*3059: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ انٹی کرپشن میں سرکاری ملازمین کے خلاف جنوری 2008 تا 10۔مارچ 2009 گوجرانوالہ اور لاہور ریجن میں کل کتنی درخواستیں جمع کروائی گئیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ درخواستوں کی انکوائری کروانے پر کچھ درخواستیں جھوٹی بھی پائی گئیں، اگر ہاں تو ایوان کو ان جھوٹی درخواستوں کی فہرست فراہم کی جائے؟

(ج) متذکرہ بالا عرصہ میں کل کتنی درخواستیں سچی ثابت ہوئیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ جھوٹی درخواست پائی جانے پر درخواست دہندہ کے خلاف محکمہ انٹی کرپشن بھی کوئی کارروائی کرتا ہے، اگر ہاں تو کس قانون اور ضابطے کے تحت کارروائی کی جاتی ہے اور جھوٹی درخواست دینے والے کو کیا سزا دی جاتی ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ گوجرانوالہ اور لاہور ریجن میں جھوٹی درخواست ثابت ہونے کے بعد سرکاری ملازمین نے محکمہ انٹی کرپشن کو جھوٹی درخواست دینے والے کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کے لئے درخواست دی، اگر ہاں تو کتنے سرکاری ملازمین نے درخواست دی؟

(و) گوجرانوالہ اور لاہور ریجن میں متذکرہ بالا عرصہ میں صوبائی ملازمین کے خلاف دی گئی جھوٹی درخواستوں پر محکمہ انٹی کرپشن نے اپنے طور پر بھی کوئی کارروائی کی ہے، اگر ہاں تو کس کس جھوٹے درخواست دہندہ کے خلاف کیا کیا کارروائی کی گئی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے، اگر کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) محکمہ انٹی کرپشن میں سرکاری ملازمین کے خلاف جنوری2008 تا 10۔مارچ2009 گوجرانوالہ اور لاہور ریجن میں کل 4783 درخواستیں جمع کروائی گئیں۔

(ب) ہاں گوجرانوالہ اور لاہور ریجن کل 1279 درخواستوں میں درخواست دہندہ الزامات ثابت نہ کر سکا جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کل 632 درخواستیں متذکرہ بالا عرصہ میں سچی ثابت ہوئیں۔

(د) جھوٹی درخواست ہائے ثابت ہونے پر درخواست دہندہ کے خلاف محکمہ انٹی کرپشن کارروائی تجویز تحریر کر کے متعلقہ علاقہ مجسٹریٹ صاحب کو برائے کارروائی زیر دفعہ 182 ت پ بھجوائی جاتی ہیں۔کل درخواست دہندگان 185 کے خلاف کارروائی کی تجویز ارسال کی گئی ہے۔

(ہ) نہیں۔

سرکاری ملازم خود جھوٹی درخواست دینے والے کے خلاف ہرجانہ کارروائی دائر کر سکتے ہیں۔

(و) محکمہ انٹی کرپشن خود کارروائی کرنے اور سزا دینے کا مجاز نہ ہے۔تاہم جھوٹی درخواست ثابت ہونے پر لاہور اور گوجرانوالہ میں جنوری 2008 تا مارچ 2009 میں محکمہ انٹی کرپشن نے متعلقہ مجسٹریٹ کو کارروائی زیر دفعہ 182 ت پ تجویز کر کے بھجوائیں۔

صوبہ پنجاب میں انٹی کرپشن کے دفاتر کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3137: جناب محمد محسن خان لغاری: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں محکمہ انٹی کرپشن کے کس کس شہر میں دفاتر موجود ہیں؟

(ب) سال 2007 اور 2008 میں سرکاری ملازمین کے خلاف رشوت لینے کے الزام میں کل کتنی درخواستیں وصول ہوئیں؟

(ج) متذکرہ عرصہ میں انکوائری کے بعد سرکاری ملازمین سے کتنی رقم وصول کی گئی؟

(د) کیا سرکاری ملازمین کے خلاف رشوت لینے کے حوالے سے جھوٹی درخواستیں بھی وصول ہوئیں اگر ہاں تو جھوٹی درخواست دینے والے کے خلاف کس قانون کے تحت کیا کارروائی کی گئی اگر نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبہ پنجاب میں انٹی کرپشن کے دفاتر مندرجہ ذیل شہروں میں کام کر رہے ہیں:۔

1-	لاہور	2-	قصور	3-	شیخوپورہ،
4-	اوکاڑہ	5-	ننکانہ صاحب	6-	گوجرانوالہ
7-	سیالکوٹ	8-	گجرات	9-	منڈی بہاؤالدین
10-	حافظ آباد	11-	نارووال	12-	راولپنڈی
13-	جہلم	14-	چکوال	15-	اٹک
16-	فیصل آباد	17-	جھنگ	18-	ٹوبہ ٹیک سنگھ
19-	سرگودھا	20-	بھکر	21-	میانوالی
22-	خوشاب	23-	ملتان	24-	لودھراں
25-	خانیوال	26-	ساہیوال	27-	پاکپتن

-28	وہاڑی	-29	بہاولپور	-30	رحیم یار خان
-31	بہاولنگر	-32	ڈیرہ غازی خان	-33	مظفر گڑھ
-34	لیہ	-35	راجن پور		

(ب) سال 2007 اور 2008 میں سرکاری ملازمین کے خلاف رشوت لینے کے الزام میں انٹی کرپشن پنجاب میں کل 42581 درخواستیں وصول ہوئیں۔

(ج) متذکرہ عرصہ میں انکوائری/تفتیش کے بعد سرکاری ملازمین سے درج ذیل رقم وصول کی گئی۔کل ریکوری (روپوں میں):

سال	2007	2008
بالواسطہ	-/271455000	-/37896000
بلاواسطہ	-/4932795000	-/325802000
کل ریکوری	-/5204250000	-/363698000

(د) یہ درست ہے کہ جھوٹی شکایات بھی موصول ہوئی ہیں اور دفعہ 182 تعزیرات پاکستان کے تحت کارروائی کی جاسکتی ہے لیکن عملی طور پر چونکہ صلح یا راضی نامہ کی بناء پر درخواستیں داخل دفتر کی جاتی ہیں اور درخواست کا سچا یا جھوٹا ہونا حتمی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے 182 کی کارروائی کی نوبت نہ آتی ہے۔اگر درخواست جھوٹی ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں 182 کی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

جی او آر۔ا لاہور کی رہائش گاہوں کی تزئین وآرائش کی تفصیلات

*3397: جناب وسیم افضل گوندل: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

گزشتہ چار سال کے دوران جی او آر۔ا لاہور میں آفیسران کی رہائش گاہوں کی تزئین وآرائش پر کتنی رقم خرچ ہوئی، تفصیل گھروار سالانہ بتائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

جی او آر۔ا لاہور میں گزشتہ چار سالوں میں افسران کی رہائش گاہوں کی تزائین وآرائش پر جتنی رقم خرچ کی ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جی او آر ا لاہور میں سرکاری رہائش گاہوں پر ناجائز قابضین ودیگر تفصیلات

*3398: جناب وسیم افضل گوندل: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گزشتہ دو سالوں کے دوران جن سرکاری ملازمین کو جی او آر۔I لاہور میں سرکاری رہائش گاہیں الاٹ کی گئی ہیں، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ اور محکمہ جات بتائیں؟

(ب) ان میں سے کتنے گھر (سرکاری رہائش گاہیں) آؤٹ آف ٹرن الاٹ ہوئے ان کے نمبر اور الاٹی کا نام وعہدہ بتائیں؟

(ج) اس وقت جی او آر I لاہور میں کتنی سرکاری رہائش گاہیں خالی ہیں؟

(د) کتنی رہائش گاہوں پر کن کن ملازمین نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے ان کے نام وعہدہ، گریڈ بتائیں، نیز یہ کب سے ناجائز قابض ہیں اور ان سے یہ رہائش گاہیں خالی نہ کروانے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) ان ناجائز قابضین سے کرایہ کس شرح سے وصول کیا جارہا ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) گزشتہ دو سالوں میں جی او آر۔I لاہور میں جن سرکاری ملازمین کو الاٹمنٹس کی گئیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی او آر۔I میں صرف انتظامی سیکرٹری صاحبان یا ممبران بورڈ آف ریونیو کو الاٹ کی جاتی ہیں۔یوں کوئی آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹس نہیں ہوئیں۔

(ج) اس وقت جی او آر۔I لاہور میں کوئی رہائش گاہ خالی نہیں ہے۔

(د) جی او آر۔I میں رہائش گاہوں پر ناجائز قابضین کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔تاہم مجاز اتھارٹی کی منظوری سے حسب ضابطہ کارروائی کی جارہی ہے۔

(ہ) ناجائز قابضین سے بنیادی تنخواہ کا 60 فیصد بطور جرمانہ (Penal Rent) وصول کیا جاتا ہے۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ممبران کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3413: محترمہ شبینہ ریاض: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ممبران کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کمیشن کی سالانہ رپورٹ 2007 کے مطابق حکومت نے تمام ممبران ریٹائرڈ سرکاری افسران میں سے مقرر کئے ہیں؟

(ج) ممبران کی تعیناتی / سیلیکشن کے لئے کیا طریق کار / قواعد وضوابط ہیں آگاہ فرمائیں؟
(د) ممبر کے انتخاب کے لئے کیا criteria مقرر کیا گیا ہے مکمل تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اس وقت پنجاب پبلک سروس کمیشن میں چیئر مین سمیت 12 ممبران کام کر رہے ہیں جبکہ حکومت کی طرف سے مقررہ تعداد بشمول چیئر مین 16 ہے۔
(ب) تمام تقرریاں حکومت پنجاب کی طرف سے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے مطابق کی گئی ہیں۔
(ج) پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ممبران کی تعیناتی گورنر پنجاب طریق کار درج از پنجاب پبلک سروس کمیشن آرڈیننس 1978 کے مطابق کرتے ہیں۔
(د) پنجاب پبلک سروس کمیشن کے آرڈیننس کے مطابق ممبر کے انتخاب کے لئے مندرجہ ذیل criteria مقرر کیا گیا ہے۔

(الف) کمیشن کے کم از کم آدھے ممبران بنیادی پے سکیل نمبر 21 اور 22 کے رہے ہوں۔
مزید برآں کوئی بھی حاضر سروس سرکاری افسر ممبر مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

(ب) کم از کم ایک ممبر مندرجہ ذیل شعبہ جات میں سے ہوگا۔
(i) اعلیٰ عدلیہ سے ریٹائرڈ جج
(ii) آرمڈ فورسز کے میجر جنرل یا اس کے مساوی عہدہ کے ریٹائرڈ آفیسر
(iii) خواتین اور پرائیویٹ سیکٹر میں سے صوبائی حکومت کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق تعلیم اور تجربہ کے حامل افراد۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشیران کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3415: محترمہ شبینہ ریاض: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) وزیر اعلیٰ پنجاب کے کتنے ایڈوائزر، خصوصی اسسٹنٹ اور پولیٹیکل سیکرٹریز ہیں ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟
(ب) مذکورہ بالا عہدیداران کتنی کتنی تنخواہیں و دیگر مراعات گورنمنٹ سے لے رہے ہیں تفصیلاً آگاہ فرمائیں؟
(ج) مذکورہ بالا عہدیداران نے اپنی تعیناتی سے لے کر اب تک کیا کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) وزیر اعلیٰ پنجاب کے پانچ ایڈوائزر، دو خصوصی اسسٹنٹ اور ایک پولیٹیکل سیکرٹری مقرر کئے گئے ہیں۔ ناموں کی لسٹ ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) قمر الزمان بطور پولیٹیکل سیکرٹری اعزازی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ ایڈوائزر اور خصوصی اسسٹنٹ کی تنخواہوں اور دیگر مراعات کا پیکج بالترتیب ضمیمہ (ب) اور (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) مذکورہ بالا عہدیداران وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایات کے مطابق تفویض کردہ امور سر انجام دیتے ہیں۔

محکمہ میں گاڑیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3483: جناب طاہر اقبال چودھری : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے ٹرانسپورٹ ونگ میں اس وقت کل کتنی گاڑیاں موجود ہیں اور کن کن عہدیداروں اور افسران کے زیر استعمال ہیں ان کی تفصیل مع گاڑی نمبر انجن کی پاور ماڈل عہدیدار اور افسران کے نام بیان کئے جائیں؟

(ب) ان گاڑیوں کے پٹرول مینٹیننس اور مرمت پر ماہانہ اخراجات بابت 2008 ایک سال کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) کتنی نئی گاڑیاں 6 ماہ قبل سے اب تک خریدی گئی ہیں کب اور کن افسران کے لئے تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اس وقت محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے ٹرانسپورٹ ونگ میں کل 395 گاڑیاں زیر استعمال / موجود ہیں جن کی تفصیل منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مندرجہ بالا گاڑیوں کے پٹرول مینٹیننس اور مرمت کے اخراجات بابت سال 2008 ماہانہ کی تفصیل بھی مندرجہ بالا فہرست میں درج ہے۔

(ج) چھ ماہ قبل سے اب تک صرف 30 ٹیوٹا کرولا (جی ایل آئی) گاڑیاں خریدی گئی ہیں جو کابینہ کے معزز اراکین کے لئے ہیں اور کسی بھی افسر کے زیر استعمال نہ ہیں۔ تفصیل منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

کوارٹرز 3/4 رومز کی الاٹمنٹ (parent) سکیم میں شامل کرنے کی تفصیلات

*3588: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری کوارٹرز کی اس وقت جاری پالیسی میں 3/4 روم کوارٹرز کی parent سکیم کے تحت الاٹمنٹ کی سہولت نہ ہے؟

(ب) 3/4 روم کوارٹرز کی الاٹمنٹ کو parent سکیم میں شامل نہ کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ج) کیا حکومت 3/4 روم کوارٹرز کی الاٹمنٹ کو بھی parent سکیم میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) 3/4 رومز کیٹیگری بی ایس۔14 تا 17 کے ملازمین کے لئے مختص ہے جبکہ 3/4 رومز کیٹیگری کے گھروں میں گریڈ 17 اور اس سے بالا کے ملازمین بھی رہائش پذیر ہیں۔ ان ملازمین کے تبادلے لاہور سے باہر اور باہر سے لاہور ہوتے رہتے ہیں جس کی بناء پر ان ملازمین کو لاہور میں رہائش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس بناء پر 3/4 رومز کیٹیگری کو parent concession scheme میں شامل نہیں کیا۔

(ج) فی الحال حکومت 3/4 رومز کیٹیگری کو parent concession scheme میں شامل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔

محکمہ پولیس میں اقلیتی کوٹا کے ذریعے بھرتی کی تفصیلات

*3693: انجنیئر شہزاد الٰہی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پولیس میں انسپکٹر اور اسسٹنٹ سب انسپکٹر کی اسامیوں پر 2006، 2007 اور 2008 میں کتنے افراد کو بھرتی کیا گیا؟

(ب) کیاان اسامیوں کے لئے کوئی اقلیتی کوٹا مقرر تھاتو کتنے فیصد اس مختص کردہ کوٹا پر بھرتی کئے گئے افراد کے نام، ولدیت، پتاجات اور مقام تعیناتی کی تفصیل فراہم کریں اگر کوئی اقلیتی امیدوار بھرتی نہیں کیا گیاتو اس کی وجوہات کیا تھیں ؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) 98-1997 میں ہوم ڈیپارٹمنٹ نے پولیس انسپکٹر کی اسامیوں کو withdraw کر لیا۔اس لئے 2006 تا 2008 کے دوران پنجاب پولیس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے انسپکٹر کی بھرتی کے لئے کوئی بھی ریکوزیشن وصول نہیں ہوئی۔تاہم اسسٹنٹ سب انسپکٹر کی مندرجہ ذیل اسامیوں کی بھرتی کی گئی۔

سال	اسامیوں کی تعداد مرد	خواتین	بھرتی کی گئی اسامیاں مرد	خواتین
2006	386	416=30	386	415=29
2007	NIL		Nil	
2008	459	500=41	449	489=40

(ب) مندرجہ بالا اسامیوں کے لئے کوئی اقلیتی کوٹا مقرر نہ تھا۔لہذا تمام بھرتی پولیس ڈیپارٹمنٹ کی ریکوزیشن کے مطابق اوپن میرٹ پر کی گئی تھی۔

کونسل آف کامن انٹریسٹ کے فیصلوں کے خلاف ریفرنسز کی تفصیلات

*3720: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ آئین کے آرٹیکل 153 کے تحت کونسل آف کامن انٹریسٹ قائم ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ آرٹیکل 154 کے سب آرٹیکل (5) کے تحت یہ provided ہے کہ اگر صوبائی حکومت مذکورہ کونسل کے کسی فیصلہ سے dissatisfied ہو تو وہ اس معاملہ کو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو ریفر کر سکتی ہے جو جوائنٹ سیٹنگ میں فیصلہ کرے گی اور اس کا فیصلہ حتمی ہو گا؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب نے پچھلے دو سالوں میں کوئی معاملہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو ریفر کیا ہے اگر ہاں تو مجلس شوریٰ نے کیا فیصلہ کیا اور کب، تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) پچھلے دوسالوں میں کوئی معاملہ مجلس شوریٰ(پارلیمنٹ)کوریفر نہیں کیا گیا۔

ضلع بہاولپور سے بینوولینٹ فنڈ میں تعلیمی وظائف کی درخواستوں کی تفصیلات

*3727:جناب ذوالفقار علی:کیاوزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2007 سے آج تک ضلع بہاول پور سے بینوولینٹ فنڈ سے تعلیمی وظائف کی کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟

(ب) آج تک کتنے applicants کووظیفہ کی ادائیگی کر دی گئی ہے اور کتنی درخواستیں کس کس دفتر میں کس بناء پر زیر التوا ہیں؟

(ج) کیاحکومت ضلع بہاولپور کی تمام وظیفہ کی درخواستوں کو مکمل کر کے جلد از جلد وظیفہ جاری کرنے کاارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبائی بہبود فنڈز بورڈ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول برائے جریدی(گزیٹڈ)ملازمین اور حصہ دوئم برائے غیر جریدی(نان گزیٹڈ)ملازمین۔ حکومت پنجاب کے تمام ملازمین ہر ماہ تنخواہ سے بہبود فنڈ کی مد میں 3فیصد کٹوتی کرواتے ہیں۔کٹوتی کی یہ رقم اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر کے ذریعے حصہ اول اور حصہ دوئم کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ موصول ہوتی ہے اور آمدنی اور خرچ کا حساب بھی الگ الگ رکھا جاتا ہے۔ حکومت پنجاب کے ملازمین اور ان کے خاندان کے افراد کو بہبود فنڈ سے مندرجہ ذیل گرانٹس درخواست دینے پر جاری کی جاتی ہیں۔

1- ماہانہ امداد
2- شادی گرانٹ
3- تجہیز و تکفین گرانٹ
4- تعلیمی وظائف
5- الوداعی گرانٹ(صرف جریدی ملازمین کے لئے)

جریدی اور غیر جریدی ملازمین کی بہبود فنڈ سے گرانٹس کا تعین ان کی بہبود فنڈ کی کٹوتی سے حاصل ہونے والی رقم کے مطابق کیا جاتا ہے اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈ، گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی۔اس ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ صوبائی بہبود فنڈ بورڈ صوبہ پنجاب کے صرف جریدی (گزیٹڈ) ملازمین کی گرانٹس کے معاملات نمٹاتا ہے۔غیر جریدی (نان گزیٹڈ) ملازمین کے معاملات متعلقہ ضلعی بہبود فنڈ بورڈ میں نمٹائے جاتے ہیں۔

سال بہ سال درخواستوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ 2007

کل درخواستیں (جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
613	46	1367
کل درخواستیں (غیر جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
1554	----	1554

2۔ 2008

کل درخواستیں (جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
1595	406	1189
کل درخواستیں (غیر جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
915	----	915

3۔ 2009

کل درخواستیں (جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
1650	983	667
کل درخواستیں (غیر جریدی)	زیر التواء	وظائف جاری کئے گئے
1414		

(درخواست ہائے کی پڑتال کی جارہی ہے۔پڑتال مکمل ہونے پر ایسی درخواست ہائے کی منظوری کے لئے ضلعی بہبود فنڈ بورڈ کا اجلاس طلب کیا جائے گا۔

(ب) اس کا جواب جز (الف) میں دے دیا گیا ہے۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ صوبائی بہبود فنڈ بورڈ ہر سال تین اخبارات میں اشتہار برائے سکالرشپ دیتا ہے جس میں سکالرشپ کے حصول کے لئے تمام شرائط درج ہوتی ہیں۔یہ

درخواست گزار کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی درخواست ہر لحاظ سے مکمل متعلقہ بہبود فنڈ بورڈ کو مقررہ مدت کے اندر بھجوائے۔ متعلقہ بورڈ پہلے مکمل درخواستوں کے چیک جاری کرتا ہے اور بعد ازاں نامکمل درخواستوں پر ہمدردانہ غور کیا جاتا ہے اور متعلقہ درخواست گزار کو مراسلہ کے ذریعہ اعتراض کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ درخواست گزار کی جانب سے جواب موصول ہونے پر کیس پر قواعد کے مطابق دوبارہ غور کیا جاتا ہے۔ اور اگر کیس مکمل ہو تو درخواست گزار کے نام چیک جاری کر دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ صوبائی بہبود فنڈ بورڈ نے اپنے اجلاس مورخہ 2009-09-29 میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ مذکورہ بالا سالوں کی درخواستیں برائے وظائف کے سلسلے میں متعلقہ درخواست گزاروں کو درخواست مکمل کرنے کے لئے ایک ماہ کا آخری نوٹس جاری کیا جائے۔

بہاولپور گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کے تحت مکانات کی تعمیر کی تفصیلات

*3728: جناب ذوالفقار علی: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاولپور میں گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کے تحت مکانات کی تعمیر کے لئے زمین مختص کر دی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ موقع پر صرف برجیاں لگی ہوئی ہیں مگر عملی طور پر کوئی construction نہ ہوئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سکیم کے تحت لاہور فیصل آباد اور دیگر اضلاع میں مکانات کی تعمیر شروع ہو چکی ہے، اگر ایسا ہے تو بہاولپور میں مکانات کی تعمیر شروع نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ بہاولپور میں گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کے تحت مکانات تعمیر کے لئے 600 کنال زمین مختص کر دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ صرف باؤنڈری پر پلر لگے ہوئے ہیں اور کوئی تعمیراتی کام شروع نہیں ہوا۔

(ج) یہ درست ہے کہ اس سکیم کے تحت لاہور میں مکانات تعمیر ہو رہے ہیں۔ فیصل آباد میں سڑکیں وغیرہ زیر تعمیر ہیں۔اس کے بعد مکانات شروع ہونگے اور راولپنڈی میں سڑکوں کی تعمیر کے لئے ٹینڈر طلب کئے جارہے ہیں۔ تعمیراتی کام فاؤنڈیشن کے ممبران سے وصول شدہ ماہانہ contribution سے کئے جاتے ہیں اس کے لئے گورنمنٹ کوئی پیسا نہیں دیتی۔ لہذا اس محدود رقم کے ذریعے پہلے لاہور کی سکیم مکمل کی جائے گی پھر فیصل آباد کی سکیم اور پھر راولپنڈی کی سکیم اور ملتان کی سکیم مکمل ہو گی اور بعد ازاں بہاولپور کی باری آئے گی۔ سکیم مکمل کرنے کی ترجیح ریٹائرڈ ملازمین کے حساب سے ضرورت مکانات کے پیش نظر کی جاتی ہے۔فاؤنڈیشن چونکہ ریٹائرمنٹ پر گھر مہیا کرتی ہے۔لہذا 2010 تک ریٹائرڈ ہونے والے ممبران کی تعدادیوں ہے:۔

1	لاہور	7123
2	راولپنڈی	2178
3	فیصل آباد	993
4	ملتان	454
5	گوجرانوالہ	510
6	سرگودھا	471
7	بہاولپور	369

سال 09۔2008 کے دوران حکومت پنجاب کی طرف سے خرید و فروخت کردہ گاڑیوں کی تفصیل

*3859: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مالی سال 09-2008 میں پرانی گاڑیوں کو فروخت کیا تھا اگر جواب ہاں میں ہے تو اس فروخت سے کل کتنی رقم حکومت پنجاب کے خزانے میں جمع ہوئی تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مالی سال 09-2008 میں نئی گاڑیوں کی خرید کی ہے؟

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کل کتنی گاڑیاں خریدی گئیں، ان پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی اور کن کار ڈیلرز سے خرید کی گئیں، ایوان کو مکمل تفصیل سے آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مالی سال 09-2008 میں 693 گاڑیاں نیلام کیں جس سے مبلغ -/165792000 روپے حاصل ہوئے جو قومی خزانہ میں جمع کروا دیئے گئے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مالی سال 09-2008 میں کل 30 عدد ٹیوٹا کرولا، جی ایل آئی 1300 سی سی گاڑیاں خریدی گئیں جن پر کل رقم 42.930 ملین روپے خرچ ہوئی۔ یہ گاڑیاں گیلپ ٹینڈر نوٹس کے ذریعے اخبارات میں شائع ہونے کے بعد ٹیوٹا گارڈن موٹرز سے کمپنی ریٹ پر خریدی گئیں۔

سال 09-2008 کے دوران خرید کردہ گاڑیوں کی تعداد و تفصیل

*3869: جناب محمد محسن خان لغاری: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت نے 09-2008 میں کتنی نئی گاڑیاں بشمول جیپ، ٹرک اور بس وغیرہ خریدیں، مکمل تفصیل مع make، ماڈل، قیمت نیز کس کس ڈیلر سے لی گئیں؟

(ب) کیا مذکورہ گاڑیوں کی خرید کے لئے کوئی ٹینڈر جاری کئے گئے، کس کس اخبار میں اشتہارات چھپے، تفصیل بتائی جائے؟

(ج) مذکورہ گاڑیاں کس کس کے استعمال میں ہیں اور کب سے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حکومت پنجاب نے 324 نئی گاڑیاں بشمول کاریں (56)، ایمبولینس (96)، بسیں (31)، جیپیں (13)، منی بسیں (02)، منی ٹرک (01)، پک اپ (81)، روڑی

سنو پلو (01)، ٹیوٹا ہائی ایس (04)، ٹیوٹا ہائی لکس (07)، ٹریکٹر (11)، ٹرک (04)، وین (12) اور ویل لوڈر (04) مبلغ -/864636000 روپے کی مختلف ڈیلرز و کمپنیوں سے خریدی گئیں۔ جن کی تفصیل تتمہ (الف) تا (ق) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ گاڑیاں خریدنے سے پہلے باقاعدہ اخبار میں اشتہارات دیئے گئے تھے۔ البتہ بعض محکمہ جات نے کچھ گاڑیاں مینوفیکچرنگ کمپنیوں سے براہ راست خریدیں جن کی تفصیل تتمہ (الف) تا (ق) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل تتمہ (الف) تا (ق) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

یکم جولائی 2008 سے 30۔ جون 2009 تک
سرکاری رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی تفصیلات

*3938: راؤ کاشف رحیم خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جولائی 2008 سے 30۔ جون 2009 تک لاہور میں کتنے سرکاری ملازمین / افسران کو میرٹ کے مطابق سرکاری رہائش گاہیں الاٹ کی گئیں؟

(ب) مذکورہ عرصہ کے دوران کتنے ملازمین / افسران کو آؤٹ آف ٹرن سرکاری رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی گئی؟

(ج) مذکورہ مدت کے دوران ہارڈشپ کے تحت کتنے لوگوں کو الاٹمنٹ کی گئی؟

(د) مذکورہ مدت کے دوران کتنے افراد کو above entitlement/Below Entitlement الاٹمنٹ کی گئی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جن ملازمین / افسران کو میرٹ کے مطابق یکم جولائی 2008 سے 30۔ جون 2009 تک سرکاری رہائش گاہیں الاٹ کی گئیں ان کی تعداد 106 ہے۔

(ب) مذکورہ عرصہ میں 49 آؤٹ آف ٹرن الاٹمنٹس کی گئیں۔

(ج) مذکورہ مدت میں 38 الاٹمنٹ ہارڈشپ سکیم کے تحت کی گئیں۔

(د) مذکورہ مدت میں 8 الاٹمنٹ below entitlements اور 3 above entitlements کی گئیں۔

ڈی ایم جی کے گریڈ 18 تا 20 کے افسران کی بیرون ملک روانگی کی تفصیلات

*4111: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایم جی کے گریڈ 18 سے 20 تک کے 30 سے زیادہ افسر اس وقت بیرون ملک ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو ان افسروں کے نام، گریڈ، عہدہ، تاریخ روانگی بیرون ملک اور مقصد روانگی سے ایوان کو مطلع کیا جائے نیز یہ بتایا جائے کہ کس مجاز اتھارٹی کی اجازت سے مذکورہ افسران باہر گئے ہیں؟

(ج) کیا مذکورہ افسران میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے کئی سال کے لئے بیرون ملک Jobs کر لی ہیں نیز ایسے افسران کے خلاف قواعد وضوابط کے تحت کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے؟

(د) کیا مذکورہ افسران میں سے ایسے بھی ہیں جو مستعفی ہو چکے ہیں یا طویل رخصت پر ہیں ان کی قواعد وضوابط کے تحت قانونی حیثیت کی وضاحت کی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سیکشن آفیسر سروسز-II ایس اینڈ جی اے ڈی صرف ڈی ایم جی گریڈ 18 سے گریڈ 22 تک کے آفیسرز کو "deal" کرتا ہے اور اس وقت تقریباً آٹھ آفیسر ہیں جو بیرون ملک ہیں۔

(ب) جو افسران بیرون ملک گئے ہیں ان کے نام، عہدہ اور تاریخ روانگی حسب ذیل ہیں۔

(i) مسٹر نادر عقیل انصاری (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) کینیڈا تعلیم کے لئے گئے ہیں جن کی مدت تقریباً دو سال سے زائد ہے اور مورخہ 2008-08-15 تا 2010-10-30 بیرون ملک ہیں اور یہ مذکورہ آفیسرز وفاقی حکومت کی اجازت سے چھٹی پر گئے ہیں اور ان کی روانگی 2008-08-15 سے ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ii) مسٹر اقبال محمد چوہان (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) تعلیم کے سلسلہ میں چار سال کی چھٹی پر ہیں اور ان کی چھٹی 2008-02-01 سے ہے اور یہ بھی وفاقی حکومت کی اجازت پر چھٹی پر گئے ہیں اور ان کی روانگی کی تاریخ 2008-02-01 ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(iii) مسٹر عشرت علی (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) یہ آفیسر 913 دن کی چھٹی پر ہیں اور ان کی چھٹی مورخہ 2007-07-20 سے ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(iv) مسٹر کامران علی افضل (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) تعلیم کے سلسلہ میں آسٹریلیا گئے ہوئے ہیں اور ان کی مدت چھٹی 2007-07-20 تا 2011-01-23 ہے اور یہ کہ مذکورہ افسر وفاقی حکومت کی اجازت سے چھٹی پر گئے ہیں ان کی تاریخ روانگی بیرون ملک 2007-07-20 ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(v) مسٹر ناصر محمود (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) بیرون ملک 1777 دن کی چھٹی پر ہیں۔ مذکورہ افسر وفاقی حکومت کی اجازت سے چھٹی پر گئے ہیں۔ ان کی تاریخ روانگی بیرون ملک 2007-10-22 ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(vi) مسٹر محمد احسن رانا (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) چار سال کی چھٹی پر بیرون ملک ہیں۔ مذکورہ افسر وفاقی حکومت کی اجازت سے چھٹی پر گئے ہوئے ہیں۔ انکی تاریخ روانگی بیرون ملک 2006-02-16 ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(vii) مسٹر طاہر علی (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) ضروری کام کے سلسلہ میں مورخہ 2006-04-14 کو بیرون ملک گئے تھے۔ اس وقت سے تاحال بیرون ملک چھٹی پر ہیں اور ان کی چھٹی مورخہ 2010-04-15 کو ختم ہو رہی ہے۔ ان کی تاریخ روانگی بیرون ملک 2006-04-14 ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(viii) مس انیلہ سلمان (ڈی ایم جی، بی پی ایس 19) تعلیم کے سلسلہ میں یو ایس اے گئی ہوئی ہیں اور ان کی چھٹی کی مدت تین سال ہے اور یہ کہ مذکورہ افسر وفاقی حکومت کی اجازت سے چھٹی پر گئے ہیں۔ ان کی تاریخ روانگی بیرون ملک 2008-08-05 ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) دفتری ریکارڈ کے مطابق ان میں سے کسی افسر نے بیرون ملک Job حاصل نہ کی ہوئی ہے۔

(د) دفتری ریکارڈ کے مطابق مذکورہ افسران میں سے کوئی بھی مستعفی نہ ہوا ہے۔ باقی طویل رخصت پر افسران کی وضاحت جواب (ب) میں کر دی گئی ہے۔

ضلع حافظ آباد میں جہیز فنڈ کے لئے موصول ہونے والی درخواستوں کی تفصیلات

*4184: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا ضلع حافظ آباد میں بہبود فنڈ سے جہیز فنڈ کے لئے ڈی سی او/چیئرمین ضلعی بہبود فنڈ حافظ آباد کو سرکاری ملازمین کی طرف سے درخواستیں موصول ہوئی ہیں اگر ہاں تو

جنوری 2007 سے اب تک کتنی درخواستیں موصول ہوئی ہیں ان کے نام، مع عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل کیا ہے؟

(ب) کیا مذکورہ عرصہ میں موصول شدہ درخواست دہندوں کو چیک جاری کر دیئے گئے ہیں اگر نہیں تو ان درخواست دہندگان میں سے جن کو چیک ابھی تک جاری نہیں کئے گئے اس کی وجوہات کیا ہیں، تفصیل بیان کی جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبائی بہبود فنڈ بورڈ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول برائے جریدی (گزیٹڈ) ملازمین اور حصہ دوئم برائے غیر جریدی (نان گزیٹڈ) ملازمین۔ حکومت پنجاب کے تمام ملازمین ہر ماہ اپنی تنخواہ سے بہبود فنڈ کی مد میں سے 3 فیصد کٹوتی کرواتے ہیں۔ کٹوتی کی یہ رقم اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر کے ذریعے حصہ اول اور حصہ دوئم کے لئے علیحدہ علیحدہ موصول ہوتی ہے۔ آمدنی اور خرچ کا حساب بھی الگ الگ رکھا جاتا ہے۔ حکومت پنجاب کے ملازمین اور ان کے خاندان کے افراد کو بہبود فنڈ سے مندرجہ ذیل گرانٹس درخواست دینے پر جاری کی جاتی ہیں۔

1- ماہانہ امداد
2- شادی گرانٹ
3- تجہیز و تکفین گرانٹ
4- تعلیمی وظائف
5- الوداعی گرانٹ (صرف جریدی ملازمین کے لئے)

جریدی اور غیر جریدی ملازمین کی بہبود فنڈ سے گرانٹس کا تعین ان کی بہبود فنڈ کی کٹوتی سے حاصل ہونے والی رقم کے مطابق کیا جاتا ہے اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈ، گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی۔ اس ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ صوبائی بہبود فنڈ بورڈ صوبہ پنجاب کے صرف جریدی (گزیٹڈ) ملازمین کی گرانٹس کے معاملات نمٹاتا ہے۔ غیر جریدی (نان گزیٹڈ) ملازمین کے معاملات متعلقہ ضلعی بہبود فنڈ بورڈ میں نمٹائے جاتے ہیں۔ سال ہا سال درخواست ہائے برائے جہیز فنڈ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ 2007

کل درخواستیں	زیرالتواء	چیک جاری کئے گئے
137	----	137

2۔ 2008

کل درخواستیں	زیرالتواء	چیک جاری کئے گئے
105	----	105

3۔ 2009(31اکتوبر تک)

کل درخواستیں	زیرالتواء	وظائف جاری کئے گئے
192	70	122

(یہ نامکمل / فریش درخواستیں ہیں تاہم ان کی جانچ پڑتال کی جارہی ہے)

(ب) اس کا جواب جز(الف) میں دے دیا گیا ہے۔تاہم مکمل تفصیل منسلکہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

کورم کی نشاندہی

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر!اتنی اہم کارروائی چل رہی ہے لیکن ہاؤس میں کورم نہیں ہے لہذا میں کورم point out کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: کورم point out کیا گیا ہے، گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

(اس مرحلہ پر معزز رکن سید حسن مرتضیٰ اپنا واک آؤٹ ختم کر کے جناب ڈپٹی سپیکر،وزیر خزانہ اور دوسرے معزز ممبران کے ہمراہ ایوان میں تشریف لائے اور جناب سپیکر نے انہیں ڈائس پر بلا کر ان سے مصافحہ کیا)

جناب سپیکر: جو معزز اراکین لابی میں تشریف فرما ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ ہاؤس کے اندر تشریف لائیں تاکہ گنتی کی جاسکے۔گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا ہے لہذا ہاؤس کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! آپ کے حکم پر ہم سید حسن مرتضیٰ صاحب کو ہاؤس میں واپس لے آئے ہیں۔ آپ مہربانی کرکے انھیں ذرا بات کرنے کا موقع عنایت فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ہمیشہ محبت کی ہے اور Custodian ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میں تھوڑا سا جذباتی تھا لیکن یہ پورا ہاؤس بیٹھا ہوا ہے، بے شک آپ سب سے پوچھ لیں کہ جو بھی ان بیوروکریٹس کے پاس جاتا ہے اس کی کیا عزت ہوتی ہے؟ آپ سمجھتے ہیں کہ افسر شاہی کا لفظ غلط ہے اور اس دور میں شاید غلط ہو بھی، کیونکہ اب افسروں کو تھوڑی بہت ان کی اوقات دکھائی گئی ہے۔ اگر ہم ان کے پاس کسی درجہ چہارم کے ملازم کے لئے چلے جائیں تو وہ ایک دفعہ اس گھومنے والی کرسی پر ٹیک لگاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ جی، merit ہوگا۔ اب درجہ چہارم کا کیا merit ہے، کیا یہ سارے Parliamentarians جھوٹے ہیں، بدنام ہیں اور ان کا کوئی تقدس نہیں ہے اور کیا یہ لوگوں کو represent نہیں کر رہے ہوتے؟ ان بیوروکریٹس کو facilitate کرنا ظلم ہے اور خاص کر DMG group کو facilitate کرنا ظلم ہے؟ یہ جو PCS افسران ہیں یہ پنجاب کی property ہیں، یہ پنجاب کے brain ہیں، یہ ہماری ملکیت ہیں لہذا انہیں promote کرنا چاہئے، ان لوگوں نے ساری زندگی ہمارے ساتھ رہنا ہے۔ ہم DMG group کو defend کرتے رہتے ہیں جبکہ ان PCS افسران کو قربان کرتے رہتے ہیں۔ آج اگر پنجاب میں ان کے ذہن کا وزیر اعلیٰ نہیں ہے تو وہ اسی وقت صوبہ بدل کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں اور وہاں اپنے privileges کو enjoy کرتے ہیں۔ آپ سارے ہاؤس کی sense لے لیں، ان سے پوچھیں کیا یہ اس merit کی violation کو چاہتے ہیں اگر سارا ہاؤس چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کسی آدمی کو out of turn گھر allot کر دینا، کسی کو shoulder promotion دے دینا یہ جمہوری ادوار میں suite نہیں کرتا۔ یہاں پر اگر merit پر عملدرآمد ہونا ہے تو وہ مکمل طور پر ہونا چاہئے۔ ان افسران کو بھی معلوم ہو کہ merit پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ درجہ چہارم کے لئے کسی غریب آدمی کو روٹی دینے کے لئے یہ merit کی رٹ لگاتے ہیں جبکہ اپنے بچوں کو اچھے سکولوں میں پڑھانے کے لئے

سارے merit نظرانداز کر دیتے ہیں۔آپ جم خانہ کلب کو دیکھ لیں کہ وہاں پر ہر بیوروکریٹ کا بچہ اس کا ممبر بن سکتا ہے جبکہ ہم ایم۔پی۔اے حضرات کو وہاں پر membership نہیں ملتی۔پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں ہمیں کمرہ نہیں ملتا جبکہ بیوروکریٹ جس وقت چاہے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ جا کر وہاں پر enjoy کر سکتا ہے۔(شیم،شیم)

جناب سپیکر!ایسی زیادتیاں برداشت نہیں ہوتیں۔میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان rules کو بدل دیں۔میں نے آپ کو اپنے دل کی آواز بتانی ہے۔اس پر آپ عمل کریں یا نہ کریں یہ آپ کی صوابدید ہے لیکن اس پر احتجاج کرنے کا میرا حق ہے۔اگر میری کسی حرکت کی وجہ سے ہاؤس کا تقدس پامال ہوا ہے تو میں اس کے لئے آپ سے اور اس ہاؤس کے تمام معزز ممبران سے معذرت خواہ ہوں،مہربانی۔

جناب سپیکر:شکریہ۔شاہ صاحب ماشاءاللہ بڑے منجھے ہوئے شخص ہیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری:جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب کے علم میں ایک بات لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:وزیر قانون صاحب!ذرا توجہ کریں اور معزز ممبر کی بات سنیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری:جناب سپیکر!20۔جنوری کو چیچہ وطنی میں ایک واقعہ رونما ہوا جس میں ہمارا ایک کانسٹیبل محمد حسین شہید ہوا اور دوسرے تین کانسٹیبل زخمی ہوئے۔ان زخمی لوگوں میں سے ایک نسیم حیدر بھی ہے۔آج اس کا آپریشن ہو رہا ہے اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔وہاں بخشی خانے سے ملزمان کو جیل میں shift کیا جا رہا تھا کہ ایک خطرناک ملزم کے ساتھیوں نے ان کو چھڑوانے کے لئے فائرنگ کر دی۔جب یہ واقعہ رونما ہوا تو محمد حسین کانسٹیبل موقعے پر ہی شہید ہو گیا۔میں وزیر قانون صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک کسی آفیسر نے ان کی خبر نہیں لی۔محمد حسین،کانسٹیبل اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنی جان کا نذرانہ دے چکا ہے جبکہ دوسرا کانسٹیبل نسیم حیدر آج بھی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے لیکن ان کی کسی نے آج تک کوئی خبر نہیں لی گئی۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جب لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو گی تو میں آپ کو وقت دوں گا آپ اس حوالے سے بھی ضرور بات کر لیجئے گا۔ اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ چودھری محمد ارشد صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں محکمہ زراعت کے حوالے سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں کیونکہ وزیر زراعت صاحب آج ہاؤس میں تشریف فرما ہیں، otherwise منسٹرز کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک بہت serious مسئلہ بیان کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! ابھی کچھ دیر پہلے یہاں پر بات ہو رہی تھی کہ کس طرح سے merit کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ میں وزیر زراعت کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں کہ ڈائریکٹر ایگریکلچر مارکیٹنگ نے جہلم میں ایک اشرف نامی سب انسپکٹر appoint کیا ہوا ہے۔ پہلے تو اس کی promotion غلط کی گئی ہے اور اسے گریڈ۔16 دے دیا گیا ہے جبکہ وہ آٹھویں نمبر پر تھا یعنی merit کی violation کی گئی ہے۔ اس کی base جہلم ہے جبکہ اس کو ڈنگہ اور سرائے عالمگیر میں ایڈیشنل چارج دے دیا گیا ہے۔ آپ یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ جب اس طرح کی عنایت کی جائے تو اس کے پیچھے کچھ وجوہات ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر زراعت کے نوٹس میں یہ بات آ گئی ہے۔ یہ آپ سے رابطہ کر کے پوری بات سنیں گے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! معزز ممبر مجھے تفصیل دیں میں انشاء اللہ ان کا مسئلہ حل کروا دوں گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ ذرا بی بی کے پاس جا کر ان کا مسئلہ سن لیں۔ چودھری محمد ارشد صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے، اس لئے ان کی تحریک کو Monday تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک رانا تنویر احمد ناصر صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب طاہر نوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا تنویر ناصر صاحب! معزز ممبر پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں لہذا پہلے انہیں ایک منٹ بات کر لینے دیں۔

رانا تنویر احمد ناصر: جی، بہتر ہے۔ آپ بے شک انھیں دو منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! میں تقریر نہیں سنوں گا۔ آپ relevant بات کیجئے گا۔

جناب طاہر نوید: جناب سپیکر! میں تقریر نہیں کروں گا۔ بڑی مختصر لیکن اہم بات کرنے لگا ہوں۔ گوجرہ میں ہمارے ساتھ ایک بہت بڑا سانحہ ہوا، جہاں پر 9 افراد کو زندہ جلایا گیا۔ اس سانحہ کی ایک judicial inquiry ہوئی۔ اس انکوائری میں جن افسران کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ان کے خلاف اب تک کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

جناب سپیکر: جب لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوگی تو اس وقت آپ یہ باتیں کر لیجئے گا۔ اب مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ جی، رانا تنویر ناصر صاحب!

LAFCO کمپنی کے سٹیشن کمانڈر
کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ناروا سلوک

رانا تنویر احمد ناصر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ لاہور فیصل آباد روڈ کی تعمیر BOT کے تحت ہوئی ہے اور اس کے ٹول ٹیکس کی وصولی LAFCO کرتی ہے جو ایک پرائیویٹ کمپنی ہے۔ مورخہ یکم دسمبر 2009 کو بوقت تقریباً 11:45 بجے دن میں اپنی گاڑی ٹویوٹا کرولا نمبری LZY-1668 جس پر صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے جاری شدہ MPA کی پلیٹ بھی لگی ہوئی ہے پر سوار ہو کر ضلع کچہری شیخوپورہ جانے کے لئے کتلتھی ٹول پلازہ پر پہنچا۔ میرا ڈرائیور سرفراز گاڑی کو انتہائی بائیں طرف والی گزر گاہ جہاں سے گاڑیاں بلا ادائیگی ٹول ٹیکس گزرتی ہیں سے گزارنے لگا تو ایک آدمی جو مسلح آتشیں اسلحہ تھا اس نے میری گاڑی کے آگے رکاوٹ کھڑی کر کے گاڑی کو روک دیا۔ میرے استفسار پر کہنے لگا کہ ہمیں حکم یہ ہے کہ کسی بھی MPA کی گاڑی کو بلا ادائیگی ٹول ٹیکس گزرنے نہ دینا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ اپنے انچارج کو بلاؤ، کچھ دیر بعد ایک شخص آیا جو اپنا

نام محمد اعظم اور اپنا عہدہ سٹیشن کمانڈر بتا رہا تھا میں نے اسے بتایا کہ میرا نام رانا تنویر احمد ناصر ہے اور میں MPA ہوں اور آپ کا یہ ٹول پلازہ میرے حلقہ میں واقع ہے اور میری گاڑی ٹول ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہے لیکن سٹیشن کمانڈر مذکور میری بات سننے کو تیار ہی نہ تھا اور صرف ایک بات پر زور دے رہا تھا کہ آپ کی گاڑی ٹول ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر یہاں سے آگے نہ جا سکتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو یہ ہدایات یا حکم کس اتھارٹی کی طرف سے جاری ہوا ہے تو وہ کہنے لگا کہ ہمیں کرنل زاہد، کرنل ذوالفقار اور عبدالوحید شفٹ کمانڈر نے حکم دے رکھا ہے کہ کسی بھی MPA کی گاڑی کو بلا ادائیگی ٹول ٹیکس گزرنے نہ دینا ہے کیونکہ ان لوگوں کی گاڑیوں کے ٹول ٹیکس ادا نہ کرنے سے ہمارے منافع میں کمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اپنی رہی سہی عزت کو بچانے کے لئے میں نے کتلتھی ٹول پلازہ ضلع شیخوپورہ LAFCO-TP-2-Plaza-R4 پر مبلغ -/27 روپے ٹول ٹیکس بذریعہ رسید نمبری 010201091201120529 مورخہ 01/12/2009 بوقت 12:05:29 بجے دن کو ادا کر کے ٹول پلازہ کو کراس کرنے میں کامیاب ہوا۔

LAFCO کمپنی کے ملازمین مذکوران نے اپنے افسران مذکورہ بالا کے حکم پر مجھے 20 منٹ تک غیر قانونی طور پر آتشیں اسلحہ کے زور پر روک کر میری تضحیک کی ہے اور میرے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا ہے اور مجھے جو حق سیکشن نمبر 12 پنجاب صوبائی اسمبلی استحقاقات ایکٹ 1974 کے تحت بطور ممبر پنجاب اسمبلی حاصل ہے، میرے اس حق کو اپنی غنڈہ گردی اور سینہ زوری سے چھینا ہے جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس کو oppose نہیں کرتا، آپ اس تحریک کو Privileges Committee کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق مجلس استحقاقات کے سپرد کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 61 محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کی ہے۔

انسپکٹر تھانہ سبزہ زار (لاہور) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ

محترمہ دیبا مرزا: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ مورخہ 09/08/29 کو بوقت رات 8:30 بجے اپنے گھر N-284 سبزہ زار لاہور کے گیٹ کے باہر کھڑی تھی اور 3 گاڑیاں گھر کے باہر کھڑی تھیں اور کچھ شیشہ اور فرنیچر ایک گاڑی سے اتروا رہی تھی۔ میرے گھر کی چابیاں گم ہو گئی تھیں جس وجہ سے لاک ماسٹر لاک کھول رہا تھا کہ اچانک نبی بخش بٹ انسپکٹر ہمراہ اختر SI اور چند ملازمین سرکاری گاڑی نمبری LEG-1216 پر وہاں آیا اور کہا کہ آپ یہ گاڑیاں فوراً ہٹائیں، میں نے کہا کہ آپ دوسرے روڈ سے گزر جائیں۔ میرا ڈرائیور کسی کام کے سلسلے میں گیا ہے۔ جس پر انسپکٹر مذکور نے کہا کہ گاڑیاں ہٹاؤ ورنہ میں ان کے اوپر سے گاڑی گزار دوں گا۔ جس پر میں نے کہا کہ آپ تمیز سے بات کریں جس پر انسپکٹر مزید سیخ پا ہو گیا اور انتہائی بد تمیزی کرتے ہوئے غلط زبان استعمال کرنے لگا۔ شور کی آواز سن کر ہمسائے اکٹھے ہو گئے اور اسے کہا کہ یہ MPA ہیں آپ تمیز سے بات کریں تو کہنے لگا کہ میں نے بہت MPA دیکھے ہیں اور اتنی غلیظ زبان استعمال کی کہ وہ قابل بیان نہیں ہے۔ ایک انسپکٹر کا ایک منتخب نمائندے کے ساتھ یہ رویہ انتہائی نامناسب ہے جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس کا مفصل جواب موصول نہیں ہوا لہذا اسے دو دن کے لئے pending فرما دیں in the mean time یا تو اس معاملے کو resolve کروا دیا جائے گا یا پھر جواب حاصل ہونے کے بعد اسے Privileges Committee کے سپرد کر دیا جائے گا۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! میری تحریک کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا جواب بھی آ جائے گا اور ساری چیزیں discuss ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں، وہ دیکھ لیں گے۔ انہوں نے 2 دن کا ٹائم مانگا ہے ناں، ایک طریق کار ہے اس کے مطابق چلتے ہیں۔ جیسے آپ کہیں گے ویسے ہی ہو گا، انشاء اللہ۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! یہ matter ایسا ہے کہ میں اس میں بڑی insult feel کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ وکیل ہیں. No one should be condemned un-heard آپ بات تو سنیں ناں، آپ وکیل ہیں انہوں نے 2 دن کا ٹائم مانگا ہے۔ جی، رانا تنویر صاحب! اگلی تحریک بھی آپ کی ہے میرے خیال میں آپ کی ایک تحریک ہو گئی ہے، بس کافی ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: ٹھیک ہے، جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں۔ میری اس تحریک کو بھی پہلی والی تحریک کے ساتھ ملا دیں۔

جناب سپیکر: میں نے رانا تنویر صاحب کی تحاریک کو سرسری دیکھا ہے یہ اسی ایک واقعہ سے متعلق ہی ہیں۔ انہوں نے Privileges Committee میں پیش ہو کر اپنی statement record کروائی ہے۔ کوئی دوسرا واقعہ جو اس سے relevant ہے تو جب یہ اس کو بھی وہاں پر بیان کر دیں گے تو پھر ان کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک شوکت عزیز بھٹی صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اس تحریک کو pending کر دیا جاتا ہے۔ Next Motion No. 1 سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب کی ہے۔

سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ

سید محمد رفیع الدین بخاری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں آج مورخہ 12/01/2010 کو مسٹر حسن ناصر جامی، سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کو مفاد عامہ کے حوالے سے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں ملنے کے لئے ان کے دفتر سول سیکرٹریٹ گیا۔ میں نے ان کے دفتر میں بیٹھ کر تقریباً آدھا گھنٹہ تک انتظار کیا۔ جب وہ اپنے کمرہ میں تشریف لائے تو میں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں MPA ہوں اور مفاد عامہ کے حوالے سے کچھ ضروری معاملات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے میری بات سننے کی بجائے مجھے انتہائی کرخت اور بدتمیزانہ لہجہ میں کہا کہ آپ میرے دفتر سے باہر نکل جائیں، میں اس وقت آپ کی کوئی بات نہیں سن سکتا، آپ جہاں مرضی جائیں، جب مجھے فرصت ہو گی تو آپ سے بات کر لونگا۔ میرے بے حد اصرار کے باوجود کہ میں 450 کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں، آپ ایک عوامی

نمائندہ کی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔اس پر وہ مزید سیخ پا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں کسی MPA کو نہیں جانتا، آپ فوراً میرے دفتر سے باہر نکل جائیں، آپ سے جو کچھ ہوتا ہے کر لیں۔آپ کا پابند نہیں ہوں کہ فوری آپ کی بات سنوں۔ موصوف آفیسر کے اس غیر شائستہ لہجہ اور رویہ کے باعث میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں ابھی جواب موصول نہیں ہوا، محترم رفیع الدین بخاری صاحب نے یہ غالباً 2 دن پہلے move کی ہے، اگر تو یہ مناسب سمجھیں اور ان کے جواب کے بعد یا ہماری آپس میں بات ہونے کے بعد اگر یہ بات establish ہو جائے کہ انہوں نے واقعی انہیں یہ کہا ہے کہ جیسے انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ میرے دفتر سے نکل جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر Privileges Committee سے پہلے گورنمنٹ کو اس پر نوٹس لینا چاہئے اور اگر یہ مناسب سمجھیں تو اس تحریک کو Monday کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس تحریک کو 2 دن کے لئے pending کیا جاتا ہے لیکن اس کا فیصلہ کسی دفتر میں نہیں ہو گا اس کا فیصلہ ہاؤس میں ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): درست ہے۔

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے اور اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! گوجرہ میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا تھا جس کی رپورٹ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! میں وہ رپورٹ لے کر آیا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان سے پہلے بھی میرے دوسرے بھائی نے بات کرنی چاہی ہے۔آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے اس وقت آئی جی اور ہوم سیکرٹری بھی یہاں موجود ہوں گے۔آپ جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ ان کی موجودگی میں کریں اور اس وقت آپ انھیں سب سے پہلے بات کرنے کے لئے موقع دے دیجئے گا۔

انجینئر شہزاد الہیٰ: جناب سپیکر! میں کہنا چاہتا ہوں کہ ان پولیس والوں نے ہمارے مسیحیوں کی لاشیں دکھا کر انعامات وصول کئے ہیں۔ میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ جسٹس اقبال حمید الرحمان صاحب نے تین بندوں احمد رضا طاہر آر پی او، انکسار خان ڈی پی او اور سکندر بلوچ ڈی سی او کو ملزم قرار دیا۔ ان کو صوبہ بدر کیا گیا لیکن پنجاب حکومت نے آر پی او کو واپس لے لیا اور ڈی پی او کو ڈی آئی جی موٹر وے بنا دیا گیا اور ڈی سی او سکندر کو کمشنر گلگت بنا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہاں پر روز اخبارات میں کہا جاتا ہے کہ عدلیہ کے فیصلے کو ماننا چاہئے۔ آج جب عدلیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو صوبہ بدر کیا جائے اور ان کو سزا دی جائے تو پھر پنجاب گورنمنٹ نے اسی آر پی او کو دوبارہ تعینات کر لیا ہے اور جن دو بندوں کو صوبہ بدر کیا گیا ان کو عہدوں پر ترقی دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ 9 مسیح جو گوجرہ میں شہید ہوئے ہیں ان کی لاشوں پر یہ انعامات دیئے گئے ہیں۔ کیا ہم اقلیتیں اس دور حکومت میں غیر محفوظ ہیں؟ اس کا عملی مظاہرہ آپ لوگوں نے کر دیا ہے۔ اگر ان لوگوں کو انعامات دینے کا اتنا ہی شوق ہے تو اس کے لئے بہت سے طریق کار ہیں لیکن مسیحیوں پر ظلم نہ کیا جائے اور اقلیتوں پر ظلم نہ کیا جائے۔ جب سے یہ حکومت آئی ہے تو کبھی قصور کا واقع رونما ہو رہا ہے، کبھی گوجرہ کا واقعہ اور کبھی سمبڑیال کا واقعہ رونما ہو رہا ہے۔

جناب عامر نوید: جناب سپیکر! ہم اقلیتی ممبران اس رویے کے خلاف واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر 2 اقلیتی ممبران جناب عامر نوید، انجینئر شہزاد الہیٰ اور 3 خواتین ممبران محترمہ آمنہ الفت، محترمہ سیمل کامران اور ڈاکٹر سامیہ امجد نے ایوان سے واک آؤٹ کیا)

جناب سپیکر: آپ نے کسی کا جواب سنا ہی نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ آپ نے اور میں نے ان کو بات کرنے سے روکا ہے اور نہ ہی respond کرنے سے پہلو تہی کی ہے۔ میرا مقصد صرف یہی تھا کہ آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو رہی ہے تو اس وقت میرے یہ دوست معاملہ اٹھاتے تو اس پر میں بہتر طور پر respond کر سکتا تھا۔ اگر وہ اس بات پر بضد ہیں کہ ابھی بات ہونی چاہئے تو آپ خلیل طاہر سندھو صاحب جو کہ اقلیتی ممبر ہیں اور خواجہ اسلام صاحب کو بھیجیں کہ وہ ان کو واپس لے آئیں تو میں ان کی بات کا جواب دینے اور گورنمنٹ کا موقف پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ خواجہ محمد اسلام صاحب اور خلیل طاہر سندھو صاحب انھیں واپس ایوان میں لے آئیں۔اب ڈاکٹر اسد اشرف صاحب مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انھیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

رپورٹ

(جو ایوان میں پیش ہوئی)

نشان زدہ سوال نمبر 194 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میں نشان زدہ سوال نمبر 194 پیش کردہ محترمہ عارفہ خالد پرویز ایم پی اے ڈبلیو۔305 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اس سے پہلے کہ تحاریک التوائے کار پر کارروائی کا آغاز کیا جائے۔ میں اراکین کی توجہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ نمبر 83(e) کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جس میں تحریر ہے کہ ایسی تحاریک التوائے کار جن میں اٹھائے گئے معاملے پر بحث کے لئے پہلے سے تاریخ مقرر کی جا چکی ہو وہ اسمبلی میں پیش نہ کی جا سکتی ہیں۔ چونکہ امن عامہ پر بحث کے لئے آج کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے لہذا مندرجہ ذیل تحاریک التوائے کار ایوان میں پیش نہیں ہوں گی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 813، محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 903، چودھری ظہیر الدین خان صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 910، محترم محسن خان لغاری کی تحریک التوائے کار نمبر 940، چودھری ظہیر الدین خان صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 946، سید حسن مرتضیٰ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 956، محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 987، چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 989، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ اور دیگر محرکین کی تحریک التوائے کار نمبر 8/10، خواجہ محمد اسلام

صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 15/10 اور محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 18/10 ہے۔ یہ تحاریک نہیں سنی جائیں گی۔

اب جناب ولایت شاہ کھگہ صاحب کی تحریک التوائے کار لیتے ہے۔ یہ آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، کھگہ صاحب!

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب سے بات ہوئی تھی۔ انھوں نے افسران کو بلایا ہوا ہے۔ اگر آپ مہربانی فرمائیں تو اسے منگل یا بدھ کے لئے pending کر لیں۔

جناب سپیکر: کھگہ صاحب کی تحریک التوائے کار بدھ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: مہربانی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ میری تحریک التوائے کار نمبر 989 نہیں سنی جائے گی۔ وہ لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: مجھے جو رپورٹ آئی ہے، میں تو اس کے مطابق بات کر رہا ہوں۔ اسے ابھی چیک کر لیتے ہیں۔ جناب شہریار ریاض صاحب کی تحریک التوائے کار ہے کیا وہ تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے اس تحریک التوائے کار کو بھی pending کیا جاتا ہے۔ خواجہ محمد اسلام صاحب آ گئے ہیں۔ جی، خواجہ صاحب!

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے ممبران کو خود لے کر آ رہا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! جناب طاہر نوید صاحب جن کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے انھیں میں لے آیا ہوں اور انجینئر صاحب کو چودھری ظہیر الدین صاحب لے کر آ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بات کرنے دی جائے اور بعد میں وزیر قانون صاحب اس کا جواب دیں۔

جناب سپیکر: ہم نے انہیں بات کرنے سے کب روکا ہے؟ میں نے ان کو روکا ہے اور نہ کسی اور نے روکا ہے۔ ہم ان کو یہ بتا رہے تھے کہ ابھی امن وامان پر بحث ہو گی تو آپ بے شک کھل کر بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جی، وہ آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ غلطی سے عامر چیمہ صاحب کا نام آگیا تھا، اب ان کی تحریک التوائے کار نمبر 989 بحال کی جاتی ہے۔ شہر یار ریاض صاحب کی تحریک التوائے کار بھی pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 723 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ یہ پڑھی گئی تھی اس کا جواب آنا تھا۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

نالائق ایجوکیٹرز کی بھرتی سے نظام کی تباہی کا خدشہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب اس طرح سے موصول ہوا ہے کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا چارٹر قومی اسمبلی پاکستان کا عطا کردہ ہے۔ ہائرایجوکیشن کمیشن نے اس کی تمام ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ دیگر یونیورسٹیوں کے برابر تسلیم کر رکھے ہیں۔ یہ ایک سرکاری یونیورسٹی ہے جس کو وفاقی حکومت اور محکمہ ہائرایجوکیشن چلاتے ہیں۔ قانوناً ایسی کوئی بنیاد نہیں جس کی بنیاد پر اس کی جاری کردہ ڈگریوں کو چیلنج کیا جا سکے اور اس پر عدالتی فیصلے بھی موجود ہیں۔ جہاں تک علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے مواد اور کتابوں کا تعلق ہے تو وہ دیگر یونیورسٹیوں سے بہتر ہے۔ جہاں تک اس کی assignment کا تعلق ہے تو اس بارے میں معزز ممبر نے جن امور کی نشاندہی کی ہے وہ کسی حد تک درست ہے۔ تاہم یہ امر پیش نظر رہے کہ پنجاب میں پرائمری اساتذہ کے لئے بی۔اے/بی۔ایڈ یا پروفیشنل ڈگری کی شرط موجود ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک امیدوار نے تمام امتحانات ہی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے پاس کئے ہوں بلکہ میٹرک، ایف۔اے، بی۔اے، ایم۔اے، پروفیشنل ڈگری اور یونین کونسل کی بنیاد پر میرٹ بنایا جاتا ہے۔ جہاں تک معزز رکن کی تجویز کا تعلق ہے کہ cross district ability test لیا جائے تو یہ ایک اچھی تجویز ہے جس کے لئے ایک نظام وضع کرنا ضروری ہے اور اس پر مزید کام کرنے کا گورنمنٹ ارادہ رکھتی ہے۔ Written test اور انٹرویو NTS کی طرز پر کرنے کے زیر غور ہیں۔ محکمہ ہائرایجوکیشن سے مل کر اس سلسلے میں باقاعدہ پالیسی تیار کی جائے گی۔ میں نے اس سلسلے میں محکمہ ہائرایجوکیشن اور سیکرٹری ہائرایجوکیشن کو already کہہ رکھا ہے کہ اس سلسلے میں جب بھی وہ پالیسی مرتب کریں تو شیخ صاحب کی abilities سے ضرور استفادہ حاصل کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ تو کم از کم طے ہو گیا اور بات مان لی گئی کہ واقعی ان کا standard صحیح نہیں ہے لیکن جہاں تک لاء منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ اس پر فوری طور پر عمل ہو گا تو اس حوالے سے کوئی تاریخ دے دی جائے۔ یہاں جتنے لوگ آئے ہیں اگر ہاؤس نے اس پر فوری بحث نہ کی یا آپ نے کوئی action نہ لیا تو میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ پانچ سال بعد جو بچے وہاں سے پڑھ کر نکلیں گے وہ زیرو ہوں گے کیونکہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی والوں کو کچھ نہیں آتا۔ میں آج یہ بھی بتا دوں کہ FJMC کی جو طالبات ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میں آپ سے بار بار التماس کرتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ پڑھ لیا کریں۔ لاء منسٹر صاحب نے آپ کو جواب دے دیا ہے اور اس کے بعد مزید بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔ کوئی قاعدہ قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا لیکن آپ پھر بھی کوشش کرتے ہیں اور میں آپ کو کبھی منع نہیں کرتا۔ kindly آپ مجھ پر اور اس ہاؤس پر مہربانی کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ پر کیا مہربانی کروں؟ آپ اس معاملے پر ہاؤس میں discuss کرنے کی اجازت دے دیں کیونکہ یہ کروڑوں بچوں کے مستقبل کا معاملہ ہے۔ اگر ہاؤس کو بچوں کا مستقبل عزیز نہیں ہے تو میں press نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں جبکہ وہ آپ کو یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ ہم اس پر کام کر رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کے نقطہ نظر کو گورنمنٹ اور محکمہ ہائر ایجوکیشن نے تسلیم کیا ہے کہ ان کی دلیل میں وزن ہے تو اس پر اگر ہم کام کرنا چاہتے ہیں تو یہ گورنمنٹ اور محکمے کی مدد کریں۔ اگر یہ دوبارہ سمجھیں کہ وہاں پر بہتر انداز یا بہتر رفتار سے کام نہیں ہو رہا تو یہ اس معاملے کو دوبارہ ہاؤس میں لا سکتے ہیں، کوئی پابندی تو نہیں لگ جائے گی۔ میں آج ہی ان کی اور سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کی میٹنگ arrange کروا دیتا ہوں۔ یہ بیٹھیں اور جتنا جلد ہو سکے اتنا ہی اچھا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہو گیا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس یقین دہانی کے ساتھ کہ آج یا کل میٹنگ ہو گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں مزید press نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: جی، محرک مزید press نہیں کرتے لہذا تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔
انجینئر شہزاد الٰہی: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، فرمائیں!
انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! پہلے بھی بات ہوئی ہے اور ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بھی ابھی آپ سے کہا ہے جو ہم بات کر رہے ہیں۔۔۔
جناب سپیکر: جی، میں نے اور رانا صاحب نے آپ کو یہ تجویز دی تھی کہ امن وامان پر آج بحث ہونی ہے تو اُس پر آپ کھل کر بات کر لیں۔ ہم نے آپ کو منع نہیں کیا۔
انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! امن وامان کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ انعام واکرام کا مسئلہ ہے کہ ایک طرف جج صاحب صوبہ بدر کرنے کی سزا دے رہے ہیں اور دوسری طرف پنجاب حکومت RPO احمد رضا طاہر صاحب کو واپس لے کر آ رہی ہے۔ ایک طرف وفاقی حکومت انعام واکرام دے رہی ہے کہ انکسار خان کو ڈی آئی جی موٹر وے لگا دیا گیا ہے اور ڈی سی او کو گلگت کا کمشنر بنا دیا گیا ہے۔ ہم یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ یہ انعام واکرام انہیں کس عوض میں دیئے جا رہے ہیں، کیا جج صاحب نے فیصلہ غلط کیا ہے؟ میں اس ہاؤس میں کھڑا ہو کر یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ انہوں نے کیا کوئی کارنامے انجام دیئے ہیں جس بنیاد پر انہیں اتنے انعام واکرام دیئے جا رہے ہیں؟
قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!
قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! یہ ایک سادہ سا مسئلہ ہے لیکن یہی مسئلہ بہت بڑی دل شکنی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے حکومتی بنچوں کی طرف سے اکثر دانش مندی کے ساتھ مسائل کو سلجھا لیا جاتا ہے تو اس حوالے سے بھی بہتر step لیا جائے۔ ہمیں خواجہ اسلام صاحب اور طاہر سندھو صاحب کی طرف سے assurance دی گئی ہے کہ جب یہ صورتحال سامنے آ جائے گی تو پھر ایسے ہی عمل کیا جائے گا۔ گزارش یہ ہے کہ ایک بہت بڑا واقعہ جو international بن گیا تھا وہاں پر زندہ لوگوں کو جلایا گیا اور اس پر ویٹیکن سٹی سے بھی تحفظات کا اظہار کیا گیا۔ ہمارے لئے شرمساری کا باعث یہ تھا کہ اُس میں کسی مسلمان یا کسی فرقے کا تعلق نہیں تھا بلکہ صرف ایک انتظامی بدنظمی تھی جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا اور وہاں پر حکومتی نمائندے

موجود نہیں تھے۔ ہم نے کسی حکومت کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کرتے ہیں۔ جب کمیشن appoint کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ Kennedy assassination پر جو Warn Commission Report آئی تھی اُس کو پھر سمجھا گیا تھا کہ یہ رپورٹ حرفِ آخر ہے اور اس پر عملدرآمد ہوا تھا۔ وہ ایک American President کی assassination تھی جس پر کمیشن رپورٹ کے بعد فیصلہ کیا گیا۔ اُن آفیسرز کو revert نہیں کیا گیا تھا جس کے بارے میں ان اقلیتی ممبران نے سب کچھ کہا۔ ہم کسی آفیسر کے خلاف نہیں ہیں، کسی کے نام کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان تمام لوگوں کا bread and butter ان کی services سے چلتا ہے لیکن اگر وہ اپنے فرائض منصبی کو اتنا lightly لیں گے کہ اتنے بڑے بڑے واقعات رونما ہو جائیں اور انہیں کوئی پرواہی نہ ہو، اگر وہ کمیشن حکومت پنجاب کو bail out نہ کرتا تو سارے کا سارا بھار حکومت پنجاب پر آ رہا تھا۔ bail out ہونے کے بعد وقتی طور پر جب اُن آفیسروں کو معطل کیا گیا تو اُس معطلی کے بعد عام طور پر مشہور ہے کہ چند دنوں کے لئے معطل کیا جاتا ہے پھر اُس کو ترقی دی جاتی ہے کہ یہ ترقی اُس معطلی کا صلہ ہے۔ انجینئر شہزاد الٰہی صاحب ہمارے اقلیتی بھائیوں کے نمائندے ہیں اور ان کی واقعی دل شکنی ہوئی ہے۔ انہوں نے حکومت پنجاب کی رپورٹ پر سر تسلیم خم کیا ہے اور اُس رپورٹ کو ماننے کے بعد یہ ایک اچھا طریق کار نہیں ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد ان کی اتنی پذیرائی کی جائے کہ وہ ہنستے بھی پھریں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ کسی شخص کے خلاف نہیں ہے لیکن یہ کمیشن کا منہ چڑانے کے مترادف ہے لہٰذا لاء منسٹر صاحب اِن کی استدعا کو درخورِ اعتنا سمجھیں اور اپنے وعدے کے مطابق ایک strong action لیں تاکہ اِن کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اپنے اقلیتی بھائیوں کو بھی اور معزز قائد حزب اختلاف کو بھی اس بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ گوجرہ میں جو سانحہ ہوا اُس سانحہ پر جس طرح سے پنجاب حکومت نے act کیا اور جس طرح سے پنجاب حکومت نے act کیا اور جس طرح سے ہم نے اپنے مسیحی بھائیوں کی وہاں پر مدد کی، جس طرح سے ہم نے اپنے مسیحی بھائیوں کے گھروں کو دوبارہ سے آباد کیا، جس طرح سے ہم نے اپنے مسیحی بھائیوں کے اس دکھ کو بانٹا میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس معزز ایوان میں بیٹھے مسیحی بھائیوں کے نمائندے معترف ہیں بلکہ ان کی پوری مسیحی برادری اس بات کی معترف ہے۔ وہاں پر واقعی administrative lapse ہوا تھا اور اس

lapse کو verify کروانے کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے گوجرہ میں جو بڑا گرجا گھر ہے وہاں پر کھڑے ہو کر، جب ان کے ہزاروں مسیحی بھائی موجود تھے ان کی موجودگی میں مسٹر جسٹس اقبال حمید الرحمٰن صاحب جو کہ انتہائی معتبر نام ہے، ان کے بزرگوں کے حوالے سے بھی اور اپنے profession کے حوالے سے بھی وہ ایک ایماندار جج ہیں، ان کا ایک اچھا نام ہے۔ ان کا انکوائری کمیشن بنایا گیا۔ اس کمیشن نے انکوائری کی اور انکوائری کرنے کے بعد انہوں نے چند لوگوں کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ اگر وہ اس روز اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی نہ برتتے تو اتنے بڑے سانحہ کو روکا جا سکتا تھا۔ اس رپورٹ کے مطابق کیونکہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ان سب کی موجودگی میں ان سب کو ensure کروایا تھا کہ کمیشن جو رپورٹ دے گا اس پر عمل ہو گا۔ کمیشن کی اس رپورٹ پر عمل کرتے ہوئے تین آفیسر اس وقت کے آر پی او، ڈی سی او اور ڈی پی او کو کیونکہ وہ ڈی ایم جی گروپ کے تھے ان کے خلاف ایکشن اسٹیبلشمنٹ نے لینا تھا۔ ہم نے ان کو مرکز کو surrender کر دیا اور پھر مرکز نے ان کی معطلی اور کمیشن میں ان کے خلاف جو الزامات ثابت ہوئے تھے اس کے مطابق proceed کرنا تھا۔ باقی جو ملازمین پنجاب حکومت کے تھے ہم نے ان کو اسی وقت suspend کیا اور اسی وقت آئی جی پنجاب طارق سلیم ڈوگر صاحب نے ایک انکوائری آفیسر مقرر کیا اور rules کے مطابق اس انکوائری کو عمل میں لا رہے ہیں۔ اب اگر اس میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے، اگر کوئی آدمی گلگت بلتستان میں جا کر کسی بڑے عہدے پر لگ گیا ہے یا کوئی موٹروے پر لگ گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں حکومت پنجاب کا تو کوئی عمل دخل نہیں ہے لیکن اس کے متعلق جہاں پر بھی کوئی خرابی ہوئی ہے اس کو sort out کر کے میں یہ رپورٹ اگلے ہفتے اپنے بھائیوں کے سامنے اس معزز ایوان میں رکھوں گا اور جہاں پر بھی اگر کوئی معاملہ غلط ہوا ہے ہم اس کو restore کروائیں گے۔ جن لوگوں کے خلاف پنجاب حکومت نے ایکشن لینا ہے اس کی بھی جو latest position ہے اس کے بارے میں بھی آپ کو آگاہ کیا جائے گا لیکن چونکہ اس میں وفاقی حکومت بھی involve ہے اس لئے سر دست جو قائد حزب اختلاف نے کہا ہے کہ میں assurance دوں تو وہ assurance میں on behalf of the Federal Government تو نہیں دے سکتا لیکن on behalf of the Punjab Government میں ان کو assurance دیتا ہوں کہ اس کمیشن رپورٹ کے مطابق جو کام پنجاب حکومت کے حصے میں ہے اس میں ہم نے پہلے بھی کوئی کوتاہی نہیں کی اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیرالدین خان): جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں گزارش کروں گا کہ وزیر قانون صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے اور میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس معاملہ کو seriously لیا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے اور اس معاملہ میں دو چیزیں نئی سامنے آئی ہیں۔ اس سے پہلے میں یہ بتانا چاہوں گا کہ 9 انسان زندہ جلے ہیں۔ ان میں دو بچے اور تین عورتیں شامل ہیں۔ زندہ جلائے جانے کا عمل جو اس قرب سے گزرتا ہے، اس کے لواحقین گزرتے ہیں یا جو دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ میں انسان کی بات کر رہا ہوں، میں کسی مذہب کی بات نہیں کرتا کہ جب انسان جل رہا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو جلائے جانے کے دوران وہاں پر جو ڈی پی او اور ڈی سی او کا فاصلہ صرف چند گز پر تھا۔ گولیاں چل رہی تھیں، تیل کے ٹین آ رہے تھے اور سب کچھ ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کے پاس فورس بھی تھی اس کے باوجود انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ اس طرح یہ establish ہو گیا اور یہ جو ڈی ایم جی ہیں میں کسی ایک کلاس کی طرف نہیں کہہ رہا کہ یہ secret cows نہیں ہیں جب ان کے کسی بھی federating unit کے پاس سروسز چلی جاتی ہیں تو اس وقت کے ان کے تمام عمل پر سزا دینا صوبے کا فرض ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے سروسز ان کو دے دی ہوتی ہیں، وہ اس وقت اس سے dislink ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ ان کے ملفوف قسم کا بہت اچھا camouflage cover دے کر ان کو واپس بھیجنے کا اس سے malicious intention ظاہر ہوتی ہیں۔ میں malicious intention کہہ رہا ہوں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ ہوں گی۔ یقیناً ظاہر جو نظر آ رہا ہے اس پر میں یہ کہہ رہا ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کرنا تھا تو کم از کم کیا ایوان میں یہ رپورٹ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ یہ وفاقی حکومت کے نمائندے ہیں، ان کی سروسز ہمارے پاس آئیں لیکن ہم نے ان کو incompetent پایا، یہ اپنی ڈیوٹی سے بھاگ جانے والے لوگ ہیں۔ ہم recommend کرتے ہیں کہ ان کو demote کیا جائے یا ان کو سروسز سے نکالا جائے۔ کیا انہوں نے یہ لکھ کر بھیجا۔ وہ رپورٹ اس کے ساتھ آنی چاہئے کہ صوبائی حکومت نے جو لکھا۔ جو ڈی ایم جی کی سروسز لے لیتے ہیں اور اس کے بعد ان کو واپس بھیجا جانا یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ سزا تو یہ ہے کہ انہوں نے جو اپنے فرائض منصبی سے جہاں پر وہ بیٹھے ہوتے ہیں، آپ دیکھیں کہ اپنے puts and privileges کے ساتھ ایک ایک ڈی سی او اور ایک ایک ڈی پی او اور ایک ایک ڈی آئی جی اور ایک ایک آئی جی کتنی قیمت میں پڑتا ہے، کہاں تک جاتا ہے۔ ہر شخص کو اپنے کام اور منصب کے حوالے سے باتیں سننی پڑتی ہیں۔ میں وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ صاحب کو صرف اس لئے عرض کرتا ہوں کہ

کیونکہ ہم اپوزیشن میں ہیں اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے۔ ہم نے یہاں پر بیٹھے بیٹھے کارکردگی پر نظر رکھنی ہے اور بہتری کے لئے رہنمائی کرنے کے لئے اپنی چند ایک معروضات پیش کرنی ہوتی ہیں۔ میں اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے تجویز دیتا ہوں کہ اس رپورٹ کے ساتھ وہ رپورٹ ضرور آئے جو صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت کو ان کو سزا دینے کے لئے بھیجی ہے۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ قطعی طور پر اس میں کوئی camouflage کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔ اس میں جب ہم نے ایک جوڈیشل کمیشن مقرر کر دیا اور اس پر مسیحی برادری کے نمائندوں کا بھی اعتبار تھا، حکومت نے اس کو مقرر کیا، ہماری درخواست پر ہوم سیکرٹری نے چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سے درخواست کی اور انہوں نے وہ جوڈیشل کمشن مقرر کیا۔ اب یہ باتیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے یہ نہیں کیا، یہ نہیں کیا یہ ساری چیزیں رپورٹ میں موجود ہیں۔ وہ رپورٹ باقاعدہ طور پر ہم نے وفاقی حکومت کو بھجوائی ہے کہ ان کے خلاف یہ allegation ہے اور آپ اس allegation پر ان کی انکوائری کریں اور انکوائری کرنے کے بعد ان کے خلاف ایکشن لیں۔ یہ ایکشن اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے لینا ہے اور اس میں جو بھی جس طرح سے انہوں نے فرمایا کہ حکومت پنجاب کو یہ کرنا چاہئے۔ اس میں حکومت پنجاب کی رائے اگر کچھ بھی ہو وہ irrelevant ہے۔ رائے وہی ہے جو جوڈیشل کمیشن کی رائے ہے یا جو انہوں نے اس بارے میں اپنی recommendation دی ہے۔ اس کے مطابق ہم نے سب چیز بھجوائی ہے۔ میں انشاء اللہ آئندہ ہفتے پنجاب حکومت نے اس بارے میں جو ایکشن لیا ہے وہ ایوان کی میز پر رکھ دوں گا اور محترم قائد حزب اختلاف اور ہمارے اقلیتی بھائی بھی اس کو دیکھ لیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو اس انداز میں قطعی طور پر نہیں لیا جانا چاہئے کہ شاید وہاں پر مسیحی برادری کے جو لوگ تھے ان سے زیادتی ہوئی اور اس ایکشن میں کوئی delay کیا گیا یا کوئی softness ہوتی گئی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہاں پر جس طرح سے پنجاب حکومت نے اپنے مسیحی برادری کے دکھوں کو بانٹنے کے لئے act کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس جذبے کو اس طرح سے ایک سائیڈ پر نہیں کرنا چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں وزیر قانون کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن میں نے یہ قطعاً نہیں کہا۔ میں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے اور میں نے یہ کہا ہے کہ کمیشن نے ان کو اس بدانتظامی کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور بدانتظامی کا ذمہ دار قرار دینے کے بعد جس

federating unit کے سپرد اس کی خدمات ہوتی ہیں، hire and fire کا suggest کرنا یا ان پر عملدرآمد کر دینا یہ federating unit کے چیف ایگزیکٹو اور اس کی کابینہ کا فرض ہوتا ہے اور اگر انہوں نے نہیں کیا تو اب کر دیں اور اگر کیا ہے تو ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں علم ہونا چاہئے کہ ان کو کیا سزا تجویز کی گئی ہے۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم کوئی galery play کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آئندہ کے لئے ایسا نہ ہو۔ مثال کے طور پر میں بتاتا ہوں کہ پولیس کسی بھی مسئلہ کو کتنا light لیتی ہے۔ آج یہاں پر آئی جی صاحب بھی تشریف فرما ہوں گے۔ میرا بزنس مینجر میرے business premises میں قتل ہو گیا۔ میں نے ایک آدمی کے خلاف پرچہ کرایا اور انہوں نے اس کو بھی گرفتار نہیں کیا۔ یہاں پر ہاؤس میں ان کا ایس پی تک نہ آیا، صرف ڈی ایس پی آیا اور آپ نے ہاؤس میں یقین دہانی کرائی کہ 15 دن کے اندر اس کو گرفتار کر لیا جائے گا لیکن آج اس یقین دہانی کو بھی دو تین ماہ ہونے کو آئے۔ ہم rules کے مطابق صرف استدعا کرنا چاہتے ہیں، ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور میں صرف بہتری کے لئے نشاندہی کرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ let's lose والی بات نہیں ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

انجینئر شہزاد الٰہی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! لاء منسٹر کی بات اپنی جگہ لیکن پنجاب حکومت نے RPO کی خدمات کس سلسلے میں واپس لیں؟ یہ بتایا جائے جیسے رانا ثناء اللہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ پنجاب حکومت نے یہ کر دیا ہے اور وہ کر دیا ہے اس کا عملی مظاہرہ تو ہم نے ان دنوں دیکھ لیا کہ وزیر اعلیٰ صاحب جو خادم اعلیٰ ہیں اور میرا خیال ہے کہ میڈیا سن رہا ہے تو عوام نے جب شور مچایا کہ خادم اعلیٰ کو وہاں پہنچنا چاہئے تو پھر مجبور ہو کر ہمارے پارلیمانی سیکرٹری برائے اقلیتی امور کے وزیر نے استعفیٰ دینے کی بات کی کہ چیف منسٹر صاحب آ جاؤ ورنہ ہم استعفیٰ دے دیں گے کیونکہ قوم انہیں ڈانگیں مار رہی تھی کہ ہمیں ایسے نمائندے نہیں چاہئیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بھلا ہو گورنر صاحب کا جنہوں نے وہاں جانے کا اعلان کیا تو پھر ان کی آپس میں دوڑ لگ گئی۔ وہ گئے لیکن کر کے کچھ نہ آئے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ متعلقہ بات کریں کیونکہ غیر متعلقہ بات کی میں اجازت نہیں دوں گا۔ میں نے آپ کو وقت دیا ہے لیکن آپ اس معاملے پر سیاست کر رہے ہیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! میری یہ استدعا ہے کہ لاء منسٹر سے پوچھا جائے کہ RPO کی خدمات پنجاب حکومت نے کیوں واپس لی ہیں؟

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: وہ بتا چکے ہیں کہ ہم اس کی رپورٹ دو ہفتے کے اندر دے رہے ہیں۔ اب ہم legislation کی طرف آتے ہیں جو حکومت کا business ہے۔

The Women University Multan Bill, 2010(Bill No. 4 of 2010) Minister for Law to introduce the Women University Multan Bill, 2010.

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! آپ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ جب سپیکر بول رہا ہو تو اس وقت پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ میں آپ کو اس کے بعد وقت دوں گا۔

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

مسودہ قانون خواتین یونیورسٹی ملتان مصدرہ 2010

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I move to introduce the Women University Multan Bill, 2010.

MR. SPEAKER: The Women University Multan Bill, 2010 has been introduced in the House under rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and it is referred to the Standing Committee on Education for report up to 28th February 2010.

جی، بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! کل خوراک پر بحث کے لئے ایک گھنٹہ مقرر کیا گیا تھا اور ایک گھنٹے میں خوراک کا معاملہ ختم کر دیا گیا اور آج law & order کے لئے بھی صرف ایک گھنٹہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے تو کم از کم تین دن بحث ہونی چاہئے تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ ایک دن پہلے بتا دیا جاتا تھا کہ کل law & order پر بحث ہو گی یا فلاں معاملے پر ہو گی تو ہمیں کل کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ آج جب آئے ہیں تو دیکھا ہے کہ آج کی کارروائی کے لئے law & order پر بحث کے لئے کہہ دیا گیا ہے۔ اتنے اہم issue پر صرف ایک گھنٹہ میں پورے پنجاب کے امن و امان کے معاملے پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اس طرح نہ کریں اور اس کے لئے کم از کم تین دن رکھیں تاکہ ہر معزز ممبر کو بولنے کا موقع مل سکے کیونکہ ایک گھنٹے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔

عام بحث

امن و امان پر عام بحث

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! پالیسی بیان دیں گے یا چودھری صاحب شروع کریں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پالیسی بیان دیتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف سے مشورہ کرنے کے بعد کل خوراک اور آج law & order پر بحث کے لئے دن مقرر کیا گیا۔ ہم نے چاہا تھا کہ یہ دو دن ہمارے پاس ہیں جن پر معزز اراکین کی آراء آ جائیں لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس پر بحث آج ہی ختم ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو آپ وقفہ سوالات اور تحاریک التوائے کار کے دوران بھی امن و امان پر اپنی آرا اور خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جہاں تک بلوچ صاحب کی بات کا تعلق ہے کہ اس پر زیادہ دن مختص کئے جائیں تو pre Budget discussion کے بعد ہم اس پر بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں بات کر کے مزید وقت مختص کر لیں گے۔

جناب سپیکر! آج law & order پر بات کرتے ہوئے چند چیزیں معزز ایوان کے ممبران کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا کہ بڑے جرم میں قتل ہے تو 2009 میں 5836 مقدمات درج ہوئے ہیں جن میں سے 4210 مقدمات کے چالان عدالتوں میں بھیجے گئے اور ان میں سے 1349 مقدمات کا فیصلہ ہوا اور ملزموں کو سزا ہوئی۔ اس میں 680 ملزمان کو موت کی سزا دی گئی ہے اور یہ investigate کرنے اور چالان بروقت عدالت میں پیش کرنے اور وہاں پر مقدمے کی پیروی کر کے ملزمان کو سزا دلانے میں اس سال گزشتہ سالوں میں پولیس کی کارکردگی میں کافی بہتری آئی ہے۔

اغوا برائے تاوان کا معاملہ پچھلے تین چار سال میں گھناؤنے جرم کی صورت اختیار کر گیا ہے اور اس میں بہت زیادہ لوگوں کو تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ 2009 میں اغوا برائے تاوان کے 224 مقدمات درج ہوئے جو پچھلے سال کے 248 کے نمبر سے کم تھے۔ ان 224 مقدمات میں 256 افراد کو اغوا کیا گیا اور اس میں پولیس نے بہت ہی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 227 افراد کو بازیاب کروایا جبکہ 18 مغویوں کو اغوا کرنے والوں نے ہلاک کر دیا۔ اس طرح یہ کل 224 مقدمات میں سے 165 مقدمات کا چالان کر کے عدالتوں کو بھجوائے گئے جو وہاں پر زیر سماعت ہیں۔

اغوا برائے تاوان اور قتل کے بعد ڈکیتی تیسرا بڑا جرم ہے تو 2009 کے دوران ڈکیتی کے 2352 مقدمات درج ہوئے اور ہم نے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا کہ اگر کوئی واردات ہوتی ہے تو اس کا کم از کم مقدمہ ضرور درج ہو تو پچھلے سال کا نمبر 2136 تھا جس میں پولیس نے 33 کروڑ روپے کی مالیت کے مسروقہ مال کو برآمد کر کے جن لوگوں کا لوٹا گیا تھا سامان انہیں واپس کروایا۔ ان جرائم میں 80 فیصد لوگ مفرور شامل ہوتے ہیں جنہیں اشتہاری کہا جاتا ہے اور یہ اشتہاری بعد میں ایک گینگز کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس کے بعد یہ بڑی بڑی وارداتیں کرتے ہیں۔ سال 2009 میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خاص طور پر اس کو focus کیا تھا کہ جتنے بھی اشتہاری اور مفرور ہیں ان کو پکڑا جائے تاکہ ان گینگ کو ختم کیا جائے۔ اس طرح سے 2009 میں 2379 گینگ جو ڈکیتی، راہزنی کی وارداتوں میں ملوث تھے ان کو ختم کیا گیا اور ان کے 8029 ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ ان سے تقریباً 9 کروڑ 70 لاکھ روپے کا مال برآمد کیا گیا۔ خطرناک اشتہاری ملزمان میں سے 131 کو گرفتار کیا گیا، 36 ملزمان پولیس مقابلے میں ہلاک ہوئے اور 167 مفرور تھے۔ ان کے خطرناک ہونے کا ثبوت اس طرح سے ہے کہ ان پر جو head بنی تھی وہ تقریباً 5 کروڑ 71 لاکھ روپے تھی۔ ان میں سے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں تھا جس پر پانچ، دس، پندرہ، بیس لاکھ روپے کی head money نہیں تھی اور یہ انتہائی خطرناک لوگ تھے۔ یہ تمام اغواء برائے تاوان، ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں میں ملوث تھے۔ اس طرح 2009 میں پولیس نے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 70 ہزار 25 اشتہاری گرفتار کئے۔ ان میں سے 5807 قتل کے مقدمات کے اشتہاری تھے، 2908 ڈکیتی کے مقدمات میں مطلوب تھے، 4287 رہزانی کے مقدمات میں مطلوب تھے اور 418 ملزمان اغواء برائے تاوان کے مقدمات میں مطلوب تھے۔ پولیس نے ایک law enforcing ہونے کے ناتے پہلے سے بہتر

کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ اس کارکردگی کو مزید بہتر کیا جائے، اس کو مزید improve کیا جائے اور اس کو مزید perfect کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ایک بات میڈیا کو بھی کافی attract کرتی ہے اور اس سلسلے میں کافی بات ہوتی رہتی ہے وہ ہے "پولیس مقابلے۔" 2009 کے دوران 307 police encounters ہوئے اور ان encounters میں 253 انتہائی خطرناک مجرمان ہلاک ہوئے اور ساتھ ہی 363 ملزمان کو بھی گرفتار کیا گیا۔ اس طرح سے یہ impression بالکل dispel ہوتا ہے کہ شاید پولیس ان کو گرفتار کرنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کرتی۔ پولیس کی حتی المقدور کوشش ہوتی ہے کہ یہ ملزمان گرفتار ہوں کیونکہ ان کے گرفتار ہونے کی صورت میں ان سے مزید معلومات ملتی ہیں ان معلومات سے ان gangs کو apprehend کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جو 253 خطرناک اشتہاری ملزم ہلاک ہوئے ان کی پوری فہرست میرے پاس ہے جو میں ایوان کی میز پر رکھ دوں گا ان میں سے کوئی بھی ملزم ایسا نہیں ہے جس کے خلاف کوئی دس، بارہ، پندرہ مقدمات قتل، ڈکیتی اور راہزنی کے درج نہ ہوں۔ میں اس بارے میں ایک یہ بات بھی معزز ہاؤس کے ممبران کی خدمت میں اور میڈیا کی خدمت میں رکھنی چاہوں گا کہ ان پولیس مقابلوں میں 28 پولیس ملازمین نے جام شہادت نوش کیا اور 102 پولیس ملازمین زخمی ہوئے۔ 253 خطرناک مجرمان کے مقابلے میں 123 پولیس ملازمین ایسے ہیں جو اپنی جان کو انتہائی خطرے میں ڈال کر زخمی ہوئے۔ ان میں بیشتر کی تعداد greviously injured کی ہے وہ simple injured نہیں ہیں اور 28 پولیس کے جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان ملازمین کے لئے جو انعامات مقرر ہیں اس کے مطابق حکومت نے ان کی مدد بھی کی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جاری رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں پولیس اور حکومت پنجاب کی کوشش رہی ہے کہ لوگوں کے جان و مال، عزت، کاروبار کی حفاظت کی جائے۔ صوبے میں ایسا ماحول بنایا جائے جس میں لوگ اپنے جان و مال کے خوف سے آزاد ہو کر اپنی ترقی اور صوبے کی ترقی میں حصہ لے سکیں۔ یہاں پر میں ایک بات اور بھی اس معزز ایوان کے سامنے رکھنی چاہوں گا کہ اس دوران وہ تمام efforts جو anti terrorism کے لئے پولیس نے سرانجام دیئے ہیں ان کی طرف میں نہیں گیا کیونکہ وقت کم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم معزز اراکین کی تجاویز سے زیادہ سے

زیادہ مستفید ہوں۔ ان واقعات سے متعلق میڈیا اور پرنٹ میڈیا میں بھی کافی آتا رہتا ہے لیکن میں ایک بات کہنی چاہوں گا کہ دہشت گردی کے وہ تمام cases جو لاہور اور دوسرے علاقوں میں ہوئے وہ تمام work out ہوئے، ان تمام cases میں وہ لوگ جو آئے تو کسی اور جگہ سے تھے لیکن ان کو facilitate کیا گیا، ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کو target پر لے کر گئے ان تمام لوگوں کو بھی گرفتار کیا گیا۔ یہ تمام کے تمام cases work out ہو چکے ہیں اور کوئی بھی کیس ایسا نہیں ہے جس کے متعلق ہمیں پوری طرح سے علم نہ ہو کہ یہ کیوں ہوا، کیسے ہوا اور کن لوگوں نے کیا، exploit کرنے والے کون لوگ تھے، کس علاقے سے آئے تھے اس پر بھی ہماری Law Enforcing Agencies اور ہماری Intelligence Agencies نے بہت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ وسائل جو تنخواہ کی صورت میں، equipment کی صورت میں اور training کی صورت میں Police Force اور Intelligence Agencies کو فراہم کئے گئے انہوں نے بہتر انداز میں ان کو respond کیا ہے۔ محرم کے دوران جو foolproof انتظامات کئے گئے اور اس سلسلے میں آئی جی پی، ہوم سیکرٹری اور دیگر وہ لوگ جو وزیراعلیٰ پنجاب کے ساتھ اس کام پر تھے انہوں نے انتہائی محنت کی اور ہر لمحے پر معاملات کو دیکھا۔ ان کی کاوش کی وجہ سے محرم انتہائی پرامن طور پر گزرا اور پورے صوبے میں اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ آخر میں، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ تھانہ کلچر کو درست کرنے کے لئے، پولیس کی کارکردگی کو مزید بہتر کرنے کے لئے، پولیس کو ایک ڈیموکریٹک کنٹرول میں لانے کے لئے اور پولیس کی کارکردگی کو اس معزز ہاؤس میں سے اس انداز میں لانے کے لئے کہ ایک democratic control ہو جس میں undue intervention تو نہ ہو ان کا professional system بالکل ایک independent طریقے سے چلے لیکن ان کی overall monitoring ایک democratic طریقے سے کی جائے اس سلسلے میں موجودہ حکومت کا ارادہ ہے کہ پولیس آرڈر 2002 کو پولیس آرڈر 2010 کے ساتھ replace کریں۔ اس سلسلے میں وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک میٹنگ میں اس کے بنیادی خدوخال کے متعلق سیر حاصل بحث کے بعد ایک سب کمیٹی میری Chair میں بنائی ہے۔ میرے ساتھ چیف سیکرٹری، آئی جی پی، ہوم سیکرٹری، سیکرٹری پراسیکیوشن اور جہانزیب برکی Advisor to Chief Minister ہیں۔ ہم اس پر کام کر رہے ہیں اور ابتدائی طور پر انتہائی تجربہ کار چار افراد آئی جی پولیس طارق سلیم ڈوگر صاحب کی سربراہی میں کام کر رہے ہیں جن میں سابق آئی جی شوکت جاوید،

جہانزیب برکی، ہوم سیکرٹری اور سیکرٹری پراسیکیوشن رانا Advisor to Chief Minister مقبول جو کہ former IG ہیں۔ان لوگوں کی پوری زندگی اس سروس میں گزری ہے ان کے ذمے لگایا ہے اور انہوں نے ایک ڈرافٹ کے بنیادی خدوخال ترتیب دے دیئے ہیں۔ اس کو کمیٹی میں discuss کرنے کے بعد کیبنٹ میں discuss کریں گے اور اس معزز ہاؤس کے سامنے بھی رکھیں گے۔ پولیس آرڈر 2010 کی ownership اس معزز ہاؤس کی ہوگی کیونکہ یہ معزز ہاؤس پنجاب کے 9 کروڑ عوام کو represent کرتا ہے۔اس مرتبہ جو پولیس آرڈر 2010 بنے گا وہ پنجاب کے 9 کروڑ عوام کے نمائندوں کی ownership ہوگا،ان کی تجاویز،ان کی inputs اور ان کی guidance سے ہم اسے ترتیب دیں گے اور اس پر مجھے پوری امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ ایک ایسا پولیس کا نظام اور سسٹم واضح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس سے وہ تمام شکایات جو کالونی ازم سے آج تک ہمیں پولیس اور تھانہ کلچر سے رہی ہیں دور ہوں گی۔اس میں معزز اپوزیشن کے اراکین کا برابر کا حصہ ہوگا اس میں کوئی بھی چیز ہم یک طرفہ طور پر نہیں کریں گے۔آج میں on the floor of the House قائد حزب اختلاف کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ جونہی ہم اس کا بنیادی structure تیار کرتے ہیں تو اس کی کاپی، میں ان کی خدمت میں بھی پیش کروں گا اور باقی معزز اراکین کی خدمت میں بھی پیش کروں گا تاکہ ہم اس کے اوپر سیر حاصل بحث کے بعد ایسے consensus پر پہنچیں اور ہم ایک نظام لانے میں کامیاب ہوں جو کہ professionalism کے حساب سے اس فورس کو independence دے،وہ اپنے professionalism میں independence سے کام کر سکیں اور بہتر کارکردگی دکھا سکیں اور اس پر ایک ایسا democratic control بھی ہو جو آئے روز ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں اور جو لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا یا ان کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو اس کا بھی ازالہ ہو سکے۔اس ڈرافٹ کو نہ صرف اس ہاؤس کے ممبران سے بلکہ سول سوسائٹی سے share کریں گے،اس کو میڈیا میں لے کر جائیں گے اور اس پر public debate بھی کروائیں گے جیسا کہ ہم لوکل باڈی ایکٹ پر کروا رہے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ democratic legislation تمام طبقات کی input کے بعد ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمارے ان تمام مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔اسی کے ساتھ ہی میں تمام معزز ممبران کا مشکور ہوں کہ انہوں نے میری باتوں کو خاموشی اور غور سے سنا ہے۔اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ تجاویز دیں، میں بھی یہاں پر موجود ہوں، آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری بھی یہاں پر موجود ہیں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تجاویز کو نوٹ بھی کریں گے

اور اس سے بہتر رہنمائی لے کر اس نظام اور پولیس کی working میں بہتری لانے کی کوشش کریں گے تاکہ ہم اس صوبے کو بہتر امن وامان کی صورتحال دے سکیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: سب سے پہلے تو ہاؤس کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے اور اس کے بعد ہمارے fire brand معزز رکن سید حسن مرتضیٰ صاحب نے قواعد کی معطلی کی تحریک دی ہوئی ہے تو اس کے اندر حسن مرتضیٰ ایم پی اے، ڈاکٹر اسد اشرف ایم پی اے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں آپ سے بھی اور حسن مرتضیٰ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اسے آپ کل کے لئے رکھ لیں اور آپ قائد حزب اختلاف کو ٹائم دیں، وہ اس پر بحث کا آغاز کریں اور حسن مرتضیٰ صاحب جو Resolution لانا چاہتے ہیں کل ہم اس کو take up کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں حسن مرتضیٰ صاحب مناسب ہے، جب لاء منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں تو اس کو ہم اگلے سیشن میں لے لیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب چودھری ظہیر الدین صاحب سے میں گزارش کروں گا کہ وہ اس پر اپنی بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ آج بہت ہی اہم موضوع پر لاء منسٹر صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور اس سے پہلے میرے ساتھی جناب بلوچ صاحب نے یہ بات کی تھی کہ اتنے بڑے موضوع پر بات کرنے کے لئے بہت تھوڑا وقت ہے تو اگر لاء منسٹر صاحب کی ہمیں توجہ حاصل ہو اور انہوں نے تھوڑا سا حوصلہ ممبران کو دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ صرف آج ہی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً اگر کوئی اس موضوع پر بات کرنا چاہیں گے تو وہ ان کو سنیں گے اور ان کی پذیرائی ہو گی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اور میرے اپوزیشن ممبران کو اس بات کا ادراک ہے کہ اس وقت کی پولیس، ایڈمنسٹریشن بہت ہی

مشکل حالات میں کام کر رہی ہے اور ہمیں اس بات کا بھی ادراک ہے کہ معاملات بے روزگاری، مہنگائی اور دوسرے بین الاقوامی اور قومی پریشر کی وجہ سے اس حد تک بگڑ چکے ہیں۔ ہمارے صوبے میں پولیس کے پاس جتنی بین الاقوامی ضرورت کے مطابق strength ہونی چاہئے وہ نہیں ہے۔ دوسرے صوبوں کی نسبت بھی ایک پولیس کانسٹیبل جو شہریوں کے فی اوسط آتا ہے وہ پنجاب میں کہیں زیادہ کم ہے اور ہمیں اس چیز کا احساس اور ادراک ہے۔ ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ پولیس کے نوجوان اور پولیس کے درمیانے کیڈر کے لوگوں نے encounter یا دہشتگری کے خلاف بہت زیادہ جانفشانی سے کام کیا ہے اور اپنی جانوں کا بھی نذرانہ پیش کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو یہاں پر بسنے والے لوگ ہیں ان کی یہ تمنا جوان کے دلوں سے نہیں نکل سکتی کہ ہم ایک آزاد مملکت کے آزاد صوبے کے اندر اپنے بچوں کو سکول لے کر جانا اور ان کو سکول سے واپس لے کر آنا اور وقتاً فوقتاً جن کے پاس گاڑیاں اور گارڈز نہیں ہیں، وہ اپنے bread and butter کی purchase کے لئے ان کے گھر کا بندہ جائے اور وہ واپس آجائے، اگر کوئی ان کی لیڈی ہسپتال جائے اور وہ اپنے پرس اور جو زیور اس نے پہنا ہو وہ ان کے ساتھ ہی واپس آجائے۔ اس خواہش کے ساتھ وہ تجاویز اپنے نمائندگان کو دیتے ہیں لیکن نمائندگان کو ان کے دینے سے پہلے آج کی اخبار اٹھالیں اور ہر روز جب آپ اخبار اٹھاتے ہیں تو اس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ امن وامان کی صورتحال کیا ہے، آپ دور نہ جائیں اور کوئی بھی اگر یہاں تقریر کرنے سے پہلے دو تین دن کے اخبار اٹھا کر پڑھ لے تو Law and Order کی situation پر اسی وقت اس کی تقریر تیار ہو جائے گی لیکن تقاریر کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے اور ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم کسی نتیجہ پر پہنچیں اور ایک صوبے کو فلاحی صوبہ بنانے میں ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط کریں۔

جناب سپیکر! یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اور indicators ہوتے ہیں جن کے بارے میں پھر آدمی سمجھتا ہے کہ شاید seriousness نہیں ہے یا ان issues کو address نہیں کیا جاتا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ائیرپورٹ پر کوئی ٹرکاں والا گروپ اور دوسرا گروپ آپس میں ٹکرائے۔ ائیرپورٹ ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر ہمارے foreign dignitaries آتے ہیں اور اسی دن ہمارے چیف منسٹر صاحب اور ان کی پارٹی کے قائد بھی کسی فلائٹ میں آنے والے تھے۔ جب انہوں نے باہر جانا تھا تو جو وہاں فائرنگ ہوئی اور bullets وہاں پر چلی وہ کسی کو بھی معاف نہیں کر سکتیں وہ کسی کی گاڑی کو بھی لگ سکتی تھیں اور اس کے بعد جب وہ زخمی ہوئے اور میو ہسپتال پہنچے تو وہ میڈیا بڑا vibrant ہے، ہر چیز کو کھول کر سامنے لے آتا ہے۔ اس وقت بھی وہ انتظامیہ کی توجہ حاصل نہ کر

سکے، وہ واقعہ کہ وہاں پر بین الاقوامی ائیر پورٹ پر باہر فائرنگ ہو رہی ہے اور دوسرے مسلح لوگوں نے اس کا چارج لے لیا ہے پھر وہاں سے وہ میو ہسپتال آئے، ساتھ ان کے پولیس آئی اور پولیس کو انہوں نے دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا اور میو ہسپتال کا چارج لیا اور انہیں کہا کہ ہم اپنے مریضوں کا خود علاج کرائیں گے اور کسی کا گارڈ نہیں لینا چاہتے۔ یہ صورتحال بڑی ہی فکر انگیز ہے، institutions جو ہیں ایک چھوٹی سی لاپرواہی سے دو دو، تین تین institutions involve ہو جاتے ہیں، اس وقت میو ہسپتال کے اندر جو مریض تھے وہ بھی خوف زدہ ہو گئے۔ پولیس والوں کو اتنا مضبوط کیا جانا چاہئے کہ جہاں پر اس کی ڈیوٹی ہو تو وہ محسوس کرے کہ اسے قانونی طور پر مکمل تحفظ حاصل ہے۔ جیسا کہ لوگ گورے کے وقت کو یاد کرتے ہیں وہ اس لئے یاد نہیں کرتے کہ دودھ کی نہریں بہتی تھیں اس وقت بھی شاید اس کی تنخواہ 5 روپے تھی اس وقت بھی کلرک کی تنخواہ صرف 14 روپے تھی، اس کو اپنے سانس کا ناتا قائم کرنا مشکل ہوتا تھا اور انڈیا کے اندر غربت تھی لیکن گورے کے وقت کے بارے میں ہم پرانے لوگوں سے سنتے آئے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک دلہن پورا زیور پہن کر چلی جاتی تھی، کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آج کل لوگ اپنے ایک وقت کی بھوک برداشت کر لیتے ہیں لیکن اپنے بچے، اپنی بچی اور اپنے پیاروں کی جان اور اپنی کمائی سے کئے ہوئے مال کی حفاظت پر compromise نہیں کر پاتے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تمام حکومتیں اپنی طرف سے کوشش کرتی ہیں لیکن دن بدن اور آنے والے وقت میں صورتحال بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے اس کے لئے ہر حکومت کوئی نہ کوئی اقدام کرتی ہے جیسا کہ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا پچھلی حکومت نے پٹرولنگ پوسٹیں بنائیں تھیں جس سے road side robberies کم ہوئی تھیں اور اس سے نہ صرف road side robberies کم ہوئیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہو گئی تھیں اب ہمارے علم میں بات آتی ہے کہ ان کی تعداد کم کر دی گئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ recommend کروں گا کہ ایک institution introduce ہوا تھا جس کو پنجاب کے نمائندوں نے initiate کیا تھا۔ اس کو اب اس وقت کے پنجاب کے نمائندوں کو takeover کر لینا چاہئے اور اس میں جو کمی ہے اس کو دور کرنے کے بعد اس کی نوک پلک سنوار کر اس کو مزید آگے لے کر چلنا چاہئے تاکہ پٹرولنگ پوسٹوں کا جو نظام ہے اس کی بلڈنگز کھڑی ہیں، ان کی recruitments ہو چکی ہیں، ان کی ٹریننگ ہو چکی ہے، ان کو decency کا کلچر دیا ہے اور ان کو boldness کا کلچر دیا گیا ہے۔ اس کلچر سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ اور ٹیمیں شامل کی جائیں، وہ ٹیمیں شامل ہونے کے بعد لوگوں کو تحفظ مہیا کریں۔ Extra

judicial killing کی وجہ سے پچھلے ادوار میں کچھ چیف ایگزیکٹو بھی ٹارگٹ ہوئے تھے اور ان کے لئے کوئی نیک نامی نہیں ہوئی تھی اور اب بھی extra judicial killing ہو رہی ہے اس سے عدالتوں پر عدم اعتماد کی فضا بنتی ہے۔ ہمیں عدالتوں پر عدم اعتماد کی فضا کو ختم کرنا ہے اور عدالتوں پر اعتماد کرنا ہے۔ بعض اوقات جب کوئی مجرم پکڑا نہیں جا رہا ہوتا تو police encounter کرنا پڑتا ہے لیکن جو on the face of it نظر آ رہا ہوتا ہے اس کو discourage کیا جانا چاہئے، ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہوں اور اگر اسی وقت میڈیا وہاں پر پہنچ جاتا ہے تو ہتھکڑیوں والے بندے کو تو عدالت میں ہونا چاہئے، اس کو demarche میں نہیں ہونا چاہئے۔ ان چیزوں سے ذہنوں میں سوالات اُٹھتے ہیں کہ ہمارے نمائندے وہاں بیٹھ کر کیا کرتے ہیں؟ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے ایک گزارش کرتا ہوں اور ان کی وساطت سے Chief Executive of the Province کو کہ ہمارے دیہی علاقوں میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جانے والے چھوٹے چھوٹے vendors جنہوں نے سائیکل پر تھوڑی سی مولیاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں یا شلجم رکھے ہوئے ہوتے ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور اپنی روزی کما کر لاتے تھے۔ مگر road side robberies کی وجہ سے جس کو robberies نہیں بلکہ کمینگی کی حد تک چھینا جھپٹی کا نام دیا جانا چاہئے اُن کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ گاؤں میں لوگ اُنہیں جانتے ہیں اور وہ اچھے بھلے کھاتے پیتے گھرانوں کے لوگ ہیں، شام کے وقت نہاتے ہیں، دو پسٹل اٹھاتے ہیں اور اپنے دُھلے ہوئے کپڑے پہن کر کام پر نکل جاتے ہیں، چار سائیکلوں والوں کو لوٹا، پانچ سائیکلوں کو لوٹا اب جو لوگ بے چارے لٹے ان لوگوں کی روزی ختم ہو گئی کیونکہ ان کا تو سارا کا سارا lock stock and barrel دو، چار سو روپیہ ہی ہوتا ہے اس میں سے انہوں نے پچاس روپے کما کر روٹی کھانی ہوتی ہے۔ اس طرح بے روزگاری بڑھ رہی ہے ان کے پاس اور کوئی کام نہیں ہے اور صورتحال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کل ہماری پنجاب اسمبلی کے دروازے پر ایک بے روزگار ماں آ گئی۔ جو ڈکیتی سے ڈرتی نہ چھابڑی لے کر جا سکتی تھی نہ اس کا میاں سائیکل پر جا کر مولی بیچ سکتا تھا۔ وہ اپنے پانچ بچوں کو فروخت کرنے کے لئے ہمارے دروازے پر آ گئی اور یہ بات ہم سب کے لئے باعث شرم ہے۔ اس کو چائلڈ پروٹیکشن بیورو والوں نے پروٹیکشن دی۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ گورنمنٹ آف پنجاب چائلڈ پروٹیکشن بیورو چلا رہی ہے۔ ایک کوئی تو چھت ہے جہاں پر یہ لوگ چلے جاتے ہیں۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ اس کو irrelevant نہ سمجھا جائے۔ اس فیملی کے لئے جو کل ہمارے دروازے پر آ گئی اس کے لئے کوئی چھوٹا سا فنڈ establish کیا جائے۔ ہم اپوزیشن کی

طرف سے اس میں share کریں گے اور sizeable share کریں گے تاکہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو سے بچے اپنی ماں کی گود میں جاسکیں۔ ہمیں کل سے جو شرمساری ہو رہی ہے وہ ختم ہو اور ہم تھوڑا سا سکون حاصل کر سکیں۔ انصاف کی فراہمی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے۔ ججوں کی تعداد پہلے ہی بہت تھوڑی ہے اور اتحادیوں کی لڑائی کے اندر ہمارے پاس ساٹھ ججوں کی جگہ صرف پچیس جج کام کر رہے ہیں اور مقدمات پیش نہیں ہو رہے، اشتہاری کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں۔ مقدمات درج نہیں ہو رہے اور اب لوگ مقدمات بھی درج نہیں کروا رہے۔ اپوزیشن سے بھی ہماری کچھ خواتین بہنوں کے پرس چھینے گئے اور بڑی بڑی مارکیٹوں سے شاید اُس طرف (treasury benches) سے بھی ہوں جو ہمارے علم میں نہیں آیا ان چیزوں کی طرف ہم سب نے دھیان دینا ہے اور گلی گلی ناکہ لگا ہوا ہے اور اس ناکے کے باوجود ڈاکے ہیں اور اب یہ باتیں پنجاب کے شہریوں میں مستعمل ہو گئی ہیں کہ یہ ناکے، ڈاکے اور فاقے ہمارا مقدر بن گئے ہیں۔ یہ ہمارا مقدر نہیں ہیں ہم تجاویز دیتے ہیں کہ اس کی طرف دھیان دیا جائے اور دھیان دینے کے لئے این ایف سی ایوارڈ میں جب ساری باتیں ہو گئیں تو یہ highlight کر دینی چاہئے تھیں۔ Divisible pool میں جو ہمارے تھوڑے بہت revenue collection سے کم پیسے ملے اس کی وجہ سے ہوا کہ ہمیں پنجاب میں پولیس کے لئے finances کی ضرورت ہے اور میں یہاں پر admit کرتا ہوں کہ پولیس کم finances میں بڑا کام کر رہی ہے لیکن بہتر کام کرنے کے لئے میں حکومت سے استدعا کرتا ہوں کہ ان کو بہتر مراعات پیش کی جائیں۔ صوبہ پنجاب لاء اینڈ آرڈر کی situation کی وجہ سے اور کچھ اور وجوہات کی وجہ سے بھی لوگوں کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔ سوات میں جتنے حالات خراب تھے اتنے یہاں نہیں ہیں لیکن سوات میں سیاح جانے شروع ہو گئے ہیں ٹی وی میں سیاح آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یہاں safe ہیں۔ مگر ہمارے صوبے میں کوئی سیاح آنے کے لئے تیار نہیں، یہاں پر کوئی باہر کا انجینئر آنے کے لئے تیار نہیں، کوئی باہر کا investor یہاں پر آنے کے لئے تیار نہیں، کوئی scholar یہاں پر باہر سے آنے کے لئے تیار نہیں اور کوئی بیرونی ٹیم بھی آنے کے لئے تیار نہیں۔ ایک حملہ ہوا اور اس کے بعد انہوں نے invite کیا اور نہ ہی گورنمنٹ آف پنجاب نے کوئی surety دی کہ اب سری لنکا کی ٹیم، اب آسٹریلیا کی ٹیم، اب نیوزی لینڈ کی ٹیم آئے ہم ان کو security دیں گے۔ میں درخواست کروں گا کہ اب ہماری The honour of the Province is at stake اس کے لئے ہمیں شروعات کرنی چاہئے کہ انٹرنیشنل ٹیموں کو لے کر آئیں جس طرح کہ صوبہ سندھ میں انٹرنیشنل باکسرز کو invite کیا اور وہاں

سے ناامیدی کا چھوٹا سا بادل چھٹا ہے کہ کچھ لوگ آئے ہیں۔ میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ لاء اینڈ آرڈر کی پوزیشن ٹھیک کرنے کے لئے ہم اپنا تعاون آپ کو پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ کا آپس میں جو تناؤ ہے وہ ان کو انتظامی امور کی طرف توجہ دینے سے روک رہا ہے۔ یہ اتحادی ہیں اور دو سال کے اتحادی ہیں۔ یہ اب اس بات سے جان نہیں چھڑا سکتے کہ نہیں، ہم ادھر اپوزیشن میں تھے، ہم اُدھر تقریباً اپوزیشن میں تھے۔ یہ اپوزیشن، اپوزیشن کہنے کی بجائے اب true اتحادی بن کر قوم کا اعتماد اور ہمارا تعاون حاصل کریں اور صوبے کو بہتر امن وامان دیں۔ پولیس کے آفیسرز کو اعتماد دیں تاکہ تحفظ دیا جا سکے اور صوبے کے عوام اپنے آپ کو محفوظ سمجھ سکیں۔ بہت، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ آمنہ اُلفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ اُلفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج یہاں لاء اینڈ آرڈر کی situation کی بحث میں حصہ لیتے ہوئے میرے ہاتھ میں یہ تنویر اشرف کائرہ صاحب کی بجٹ تقریر ہے جس میں انہوں نے ایک شعر پڑھا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ:

شب گزر جائے تو ظلمت کی شکایت بے سُود
درد تھم جائے تو اظہار اذیت کیسا

جناب والا! یہ درد جو ہے دو سالوں میں بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور آئندہ پانچ سالوں میں اللہ کرے کہ یہ حکومت اور coalition چلتی رہے یہ کہاں تک پہنچے گا؟ آپ کسٹوڈین آف دی ہاؤس ہیں، لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو بدترین صورتحال ہے اس میں تو میں یہ کہوں گی کہ لاء اینڈ آرڈر کی موجودہ صورتحال کا ذمہ دار صرف اور صرف ایک شخص ہے اور وہ شخص ہے خادم اعلیٰ شہباز شریف

(اس مرحلہ پر معزز اراکین حزب اقتدار کی طرف سے مشرف کے خلاف نعرہ بازی)

جناب والا! ٹیم سے کام لینا لیڈر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ٹیم اگر proper perform نہ کر پا رہی ہو تو اس میں قصور ٹیم کے لیڈر کا ہوتا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ خادم اعلیٰ کی توجہ معاملات کی طرف ہے ہی نہیں۔ اس دفعہ بجٹ تقریر میں فوری اور سستے انصاف کی فراہمی کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ غربت میں کمی کا دعویٰ کیا گیا تھا اور اس سلسلے میں لاء اینڈ آرڈر کے لئے باقاعدہ ایک بہت بڑا بجٹ بھی رکھا گیا تھا۔ 43۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے اور پولیس ملازمین کے الاؤنسز بڑھانے کی بات کی گئی تھی۔ 8۔ارب روپے اضافی دینے کی بات کی گئی اور تھانہ کلچر کو تبدیل کرنے کی بھی بات کی گئی تھی۔ یہ

سب کچھ اسی وقت ہی ممکن تھا کہ لوگوں کی غربت میں کمی کی جاتی سستا۔ انصاف provide کیا جاتا، لوگوں کی دہلیز تک انصاف مہیا کیا جاتا لیکن وہ انصاف ابھی تک دروازے تک نہیں پہنچا۔ وہ بھی coalition partner کی لڑائی کی نذر ہو رہا ہے۔ پھر غربت کی کمی کے لئے جو دو projects دیئے گئے۔ ایک سستی روٹی کا project دیا گیا، دوسرا Food Support Programme دیا گیا۔ میں اسے Food Support Programme نہیں بلکہ لوٹ کھسوٹ پروگرام کہوں گی۔ جسے یہ کہہ کر واپس لینا پڑا کہ اس میں بہت کرپشن اور گھپلے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں کو روٹی نہیں ملے گی، روزگار نہیں ملے گا، ان کے پاس کپڑا نہیں ہوگا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ آج چونکہ جمعہ کا دن ہے۔ ہم نے ہاؤس کی کارروائی کو ایک بجے ختم کرنا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ مختصر بات کر لی جائے تاکہ ایک دو ممبر اور بھی اس پر بات کر لیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہوگی کہ اتنے اہم موضوع کے لئے چند منٹ نامناسب ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اس موضوع کے لئے دوبارہ وقت رکھ لیتے ہیں۔ وزیر قانون صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟ کیونکہ آج جمعۃ المبارک ہے، ہاؤس کا وقت ایک بجے تک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! میں عرض کروں گا کہ۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں یہ میں پہلے تجویز عرض کر دوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): میری اس سلسلے میں یہ تجویز ہے کہ یا تو اجلاس کو extend کر لیا جائے یا پھر لاء منسٹر صاحب اور آپ مہربانی فرمائیں تو ہمیں اس کے لئے ایک اور دن دے دیں تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو سکے۔ ہماری چٹیں آپ کے پاس آ گئی ہیں۔ اب آپ جس طرح سے پسند فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بڑا اہم موضوع ہے۔ میرے خیال میں آپ آپس میں بیٹھ کر کوئی ایک دن مقرر کر لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): یا تو آج ٹائم کو extend کر لیں تاکہ اس پر سب بات کر سکیں یا پھر اس کے لئے مزید ایک دن دے دیں اور اس کے بعد آپ اس کو wind up کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! اس کو ایسے کر لیں کہ اس وقت جو معزز اراکین یہاں پر موجود ہیں یقیناً وہ اس میں دلچسپی بھی رکھتے ہیں اور بات بھی کرنا چاہتے ہیں۔ جن مقررین نے آپ کے پاس نام بھیجے ہیں ان کو آپ جس دن بھی چاہیں سوموار کو یا اگلے ہفتے میں جو ٹائم ہم مقرر کر لیں گے تو پھر ان تمام دوستوں کی تجاویز سے مستفید ہو جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوموار کو پری بجٹ اجلاس ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! آپ کے پاس اگر دس نام ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے پاس اس وقت دس پندرہ نام ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): سوموار کو آپ نے پری بجٹ کے لئے debate open کرنی ہے اور منگل کو پھر پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اس کا بزنس ختم ہونے کے بعد یہاں پر ایک گھنٹہ بیٹھ جائیں گے اور ان تمام دوستوں کی تجاویز لے لیں گے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آمنہ الفت صاحبہ کی تقریر کے بعد اور کوئی تقریر نہیں ہوگی۔ اب فیصلہ یہ ہوا ہے کہ جو لسٹ آج ہمیں مل چکی ہے، وہ ممبرز پرائیویٹ ممبرز ڈے پر بات کریں گے۔

محترمہ آمنہ اُلفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے اس وقت بہت اچھی بات کی ہے کیونکہ ابھی تک تو میں نے صرف اور صرف ان وجوہات کی طرف نشاندہی کرنا شروع کی تھی کہ جس کی وجہ سے ہماری حکومت پنجاب کی مشینری law and order کی situation کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب! ہاؤس کو in order کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اب end ہو رہا ہے اس لئے آپ اپنی بات مکمل کریں یا پھر آپ بھی اُسی دن بات کر لیں۔

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب والا! مجھے آج ہی بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کریں۔

محترمہ آمنہ اُلفت: جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف چاہوں گی کہ لیڈر کی جو main چیز ہوتی ہے وہ معاملات کی طرف focus ہوتی ہے۔ موجودہ لیڈر کا ان problems پر focus نہیں ہے۔ جبکہ کنٹرول کرنے کے لئے ہر چیز موجود ہے۔ ان کی حالت زار یہ ہے کہ وہ موجودہ coalition partner کے تناؤ کی وجہ سے، ایک لیڈر ملک کے اندر ہوتا ہے تو دوسرا ملک کے باہر ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہماری پولیس کی ایک بہت بڑی فورس صرف جاتی عمرہ کی اس ریاست اور اس محل کی حفاظت پر مامور ہے اور ان VIPs کو protocol دینے میں لگی ہوئی ہے۔ بچی کھچی پولیس جو ہے وہ کیا کسی کی حفاظت کر سکے گی؟ ایک تو بین الاقوامی دہشت گردی کا جن، پھر اندرون ملک دہشت گرد، پھر ایک وہ class جو غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے تنگ ہے، جس کے گھر کا دیا نہیں جلے گا، جس کے گھر میں روٹی نہیں پکے گی، جس کے گھر میں کوئی جرم ہوگا، کسی کا بچہ قتل ہوگا یا اغواء ہوگا تو اس گھر کا بھائی، اس گھر کا باپ مجبوری کی حالت میں نکلے گا اور جا کر کسی کا پرس snatch کرے گا، کسی کا موبائل چھینے گا، کسی کے گھر پر ڈاکا ڈالے گا اور کسی کے ہاں چوری کرے گا۔ ان معاملات کو capture کرنے کے لئے، ان کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ پورے کا پورا سسٹم کیا وہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طریقے سے سرانجام دے رہا ہے؟ میں پوچھتی ہوں کہ کیا تھانے نہیں ہیں، کیا پولیس نہیں ہے، کیا ان کو مراعات نہیں دی جا رہیں، کیا ان کو facilitate نہیں کیا جا رہا؟ جس کام کے لئے پولیس کو وقف کیا جاتا ہے اس سے وہ کام نہیں لیا جاتا۔ میں یہاں پر کیا کیا بتاؤں اور کس کس چیز کی نشاندہی کروں؟ یہ تو ایک دکھوں بھری داستان ہے۔ لاہور میں ہی اس قسم کے واقعات ہوئے ہیں کہ ہم لوگ صرف سفید چمڑی دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ بلیک واٹر جس کا آج بھی اخبار میں ذکر تھا کہ امریکن حکومت نے کہہ دیا ہے کہ یہ نجی حیثیت میں یہاں پاکستان میں کام کر رہی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ بغیر نمبر پلیٹس کے گاڑیوں میں پھرتے ہیں اور اپنی تلاشیاں نہیں دیتے اور اگر پکڑے جاتے ہیں تو پولیس ان کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے؟ ہمیں اس سفید چمڑی سے مرعوب ہونا چھوڑنا پڑے گا۔ ہمیں لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں خواہ ملکی ہے یا غیر ملکی سب کو ایک ہی نظر سے دیکھنا پڑے گا۔ میں

نے اپنی پچھلی لاء اینڈ آرڈر کی تقریر میں ایک بات کہی تھی کہ تھانہ کلچر جس کا ذکر یہاں پر کیا جا چکا ہے اس کلچر میں آج دو سال گزرنے کے بعد بھی مجھے تو کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ میں انتہائی دُکھ سے کہتی ہوں کہ اس میں مجھے بدتری ہی نظر آئی ہے۔ تھانوں کی حالت زار آپ آج بھی جا کر دیکھ لیں۔ ان کمروں کی حالت دیکھ لیں جہاں پر انسپکٹر بیٹھتا ہے، جہاں پر اس کا محرر بیٹھتا ہے، جہاں اس کا عملہ بیٹھتا ہے۔ ان کمروں کی حالت یہ ہے کہ وہاں پر بیٹھنے والا ایک پولیس آفیسر بیمار ہو جائے گا، وہ ڈیپریشن میں آ جائے گا، وہ غصے میں آ جائے گا، وہ کام کیا کرے گا، کیا ان پولیس افسران کو پوری سہولیات پہنچائی جا چکی ہیں ؟ جہاں اپنا دل ہوتا ہے وہاں پر تو اخراجات کئے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی سڑکیں بنادی جاتی ہیں اب لوگوں کے تحفظ کے لئے جس پولیس کو تعینات کیا گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی کر کے ایک منٹ میں wind up کر لیجئے گا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرے نزدیک اس پولیس کو proper مراعات نہیں دی جا رہیں۔ ٹریفک وارڈنز سے صرف اس بنا پر guns واپس لے لی گئیں کہ وہ پچھلی حکومت کا ایک کارنامہ تھا۔ چودھری پرویز الٰہی نے ٹریفک وارڈنز لگائے تھے اور انہیں proper training دی تھی کہ اگر سڑک پر کوئی جرم ہوتا ہے تو وہ وہاں اس کا جواب بھی دے سکیں۔ آج بھی چودھری پرویز الٰہی کے گھر کے سامنے رکشے، گاڑیاں، موٹر سائیکل، سائیکل حتیٰ کہ ریڑھی بان بھی پھر رہے ہیں جبکہ خادم اعلیٰ کے دروازے کے سامنے دور دور تک اتنے بڑے بڑے پہرے ہیں کیا یہ سارے پہرے اور ساری فورس صرف لیڈروں کے لئے رہ گئی ہے ؟

جناب سپیکر! اب آپ نے مجھ پر یہ قدغن لگا دی کہ میں اس پر ایک منٹ سے زیادہ بات نہیں کر سکتی۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں اس پر گھنٹوں بات کروں اور ایک ایک کونے کو discuss کروں۔ وزیر قانون جو اس وقت میری باتوں پر توجہ نہیں دے رہے جو سننا ہی نہیں چاہتے کہ وجوہات کیا ہیں۔ میں عرض کرتی ہوں کہ یہ صرف لیڈران کی بے پرواہی اور آپس کی کھینچا تانی ہے۔ اپنی ذاتی انا کی تسکین کے لئے، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور گرانے کے لئے ایک طرف لوٹا فیکٹری قائم کی گئی، ساری توجہ اور ساری توانائیاں اس لوٹا فیکٹری کو فروغ دینے پر خرچ ہو گئیں، دوسری طرف پچھلی گورنمنٹ کے کئے ہوئے کاموں کو گرانے ڈھانے پر توانائیاں خرچ کی گئی ہیں۔۔۔

ملک محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔ محترمہ! کلو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔آپ ذرا ایک منٹ تشریف رکھیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں اپنی بہن کی بات نہیں کرتا بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ انتہائی sensitive معاملہ ہے اور law and order پر بحث ہو رہی ہے۔ Law and order پر بحث کرتے ہوئے اپنے پولیٹیکل نظریات یہاں پر discuss نہ کئے جائیں اور law and order پر ہی رہا جائے تو بہتر ہوگا۔مجھ سمیت جتنے بھی مقررین ہیں وہ صرف law and order پر بات کریں۔اپنے کارنامے اور اپنی سیاست یہاں discuss نہیں ہونی چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! کلو صاحب نے point scoring کر لی ہے تو میں یہ بتاتی چلوں کہ پنجاب میں ائرپورٹ کے لاؤنج میں گھس کر فائرنگ ہو جاتی ہے جس سے law and order کی ساری situation کی قلعی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔یہ تو دہشت گردوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی مہربانی ہے کہ کوئی بندہ بخیریت سڑک سے گزر جاتا ہے اور یہ انہوں نے بخش رکھا ہے اس میں پولیس، وزیر قانون یا خادم اعلیٰ کا کوئی کارنامہ نہیں۔ ان کی طرف سے کوئی کوشش نہیں ہے۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ان کی تمام تر توجہ اور توانائیاں صرف سابقہ حکومتوں کے کاموں کو برا ثابت کرنے، ان کو خراب کرنے اور coalition parties کی آپس میں کھینچاتانی میں صرف ہو رہی ہیں۔جب لیڈر کا دماغ ہی خالی نہیں ہے، جب وہ کوئی اور کام کرنے کے اہل ہی نہیں رہا، وہ تو صرف انتقامی کارروائیوں پر لگا ہے۔ ہر چیز موجود ہے۔کیا تھانے نہیں ہیں، کیا کچہریاں نہیں ہیں، پولیس نہیں ہے، کیا ان کے پاس وسائل نہیں ہیں، کیا پولیس کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں، اگر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ law and order کی صورتحال بہتر نہیں ہو رہی؟۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ آمنہ الفت صاحبہ! آپ کا بہت شکریہ۔ میں نے پہلے بھی آپ کو ٹائم دیا تھا۔ اب آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔لہذا اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 25۔جنوری 2010 سہ پہر 3.00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔